بچوں کے لیے قصص القرآن
سنہرے قصے
محمد اسمٰعیل بدایونی
اسلامک ریسرچ سوسائٹی کراچی

دینی تحفہ

آج ہم میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ جب کسی کو کوئی تحفہ دے تو وہ بہت عمدہ ہو۔

لیکن ایک مسلمان کی جانب سے سب سے عمدہ تحفہ کیا ہو سکتا ہے؟

وہ ہیں دینی کتب ایسی کتب جن سے نہ صرف تبلیغ دین کے احکام کو بھی پہنچایا جاسکے بلکہ یہ آپ کیلئے بھی صدقہ جاریہ بن جائے۔

اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ

یہ کتب بچوں کیلئے مفید ہیں اور تبلیغ دین اور اسلامی معلومات کے فروغ کا ذریعہ ہیں۔۔۔۔۔ تو آیئے!

اپنی دینی ذمہ داری کو محسوس کیجئے اور اپنے بچوں، بھتیجوں، بھانجوں اور دوست احباب کے بچوں کیلئے یہ کتب لیجئے اور انہیں سالگرہ، امتحانات اور دیگر کامیابیوں کے موقع پر تحفے میں دیجئے۔

تاکہ آج آپ کی یہ سرمایہ کاری کل آخرت میں آپ کے کام آسکے۔

اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو صاحب ثروت بنایا ہے تو کم از کم دس کتب لے کر والدین اور اساتذہ کے ایصال ثواب کیلئے وقف کر دیجئے۔یا رشتہ داروں اور عزیز و اقارب کو تحفے میں پیش کیجئے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

اور عذاب ٹل گیا

ٹن ٹن۔۔۔۔ ٹن ٹن۔۔۔۔

ہاف ٹائم ختم ہونے کا گھنٹہ بج چکا تھا۔ تمام بچے اپنی اپنی کلاسوں کی طرف واپس جا رہے تھے۔

پانچویں کلاس کے بچے جلدی جلدی اپنی کلاس کی طرف جانے لگے اور کچھ بچے تو پہلے ہی کلاس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کیونکہ آج جمعرات کے دن ہاف ٹائم کے بعد رفیق سر انہیں قرآنی اور تاریخی واقعات سنایا کرتے تھے۔

ہاف ٹائم ختم ہوتے ہی سر رفیق بھی کلاس میں داخل ہو گئے تمام بچے اپنی اپنی نشستوں پر احتراما کھڑے ہو گئے۔

ہاں بھئی بچو! بیٹھ جاؤ۔

آج ہم آپ کو سیّدنا یونس علیہ السلام کا قصہ سنائیں گے۔

سیّدنا یونس علیہ السلام کی قوم شہر نینویٰ میں آباد تھی اور کفر و گمراہی کی بیماری میں مبتلا تھی۔ جب اُن کی گمراہی اور سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے ایک نبی سیّدنا یونس علیہ السلام کو ان کی ہدایت کیلئے بھیجا۔

سیّدنا یونس علیہ السلام نے انہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید و رسالت پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ لیکن پچھلی قوموں کی طرح انہوں نے بھی سیّدنا یونس علیہ السلام کو جھٹلایا اور آپ پر ایمان نہیں لائے۔

آپ نے انہیں پیار و محبت سے سمجھایا کہ اگر تم ایمان نہیں لائے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عذاب آئے گا۔ لیکن وہ برابر آپ کا مذاق اڑاتے رہے۔

ایک دن آپ نے ان کو تبلیغ کی اور کہا کہ اگر تم ایمان نہیں لائے تو تین دن کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عذاب آئے گا۔ قوم نے اس عذاب کی کچھ پرواہ نہیں کی اور اپنے کاموں میں مشغول رہے۔

تیسرے دن جب آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے تو انہیں احساس ہوا کہ کہیں یہ عذاب تو نہیں کیونکہ پچھلی امتوں کو بھی اسی طرح ہلاک کر دیا گیا تھا وہ سمجھے کہ اُن پر بارش برسے گی اور بادل سے آگ برستی اور ان کو جلا کر خاک کر دیتی تھی۔

ایک آدمی نے کہا کہ سب لوگوں کے نام کا قرعہ ڈال لیا جائے جس کا نام نکل آئے اس کو دریا میں ڈال دیا جائے۔

اس طرح جب قرعہ ڈالا گیا تو سیّدنا یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا۔

لیکن سب کشتی والوں کو اس پر بڑی حیرت ہوئی کہنے لگے کہ دوبارہ قرعہ ڈالو۔ جب دوبارہ ڈالا تو بھی سیّدنا یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا۔

لیکن اب بھی کشتی والوں نے ہچکچاہٹ محسوس کی۔

لہٰذا تیسری دفعہ بھی قرعہ ڈالا گیا اب بھی آپ ہی کا نام نکلا لہٰذا سیّدنا یونس علیہ السلام نے کشتی سے چھلانگ لگا دی۔

جیسے ہی آپ نے چھلانگ لگائی ایک مچھلی نے آپ کو فوراً نگل لیا۔

ادھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ خبردار جو اِن کو کوئی نقصان پہنچایا میرے یونس کو حفاظت کے ساتھ اپنے پیٹ میں رکھ لو۔

اور تقریباً چالیس دن تک آپ اس مچھلی کے پیٹ میں رہے اور کثرت کے ساتھ دعا مانگتے رہے:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (پ۱۷۔ سورہ انبیاء: ۸۷)

کوئی معبود نہیں سوائے تیرے پاک ہے تو بے شک میں ہی قصورواروں سے ہوں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب سیّدنا یونس علیہ السلام کی جب یہ دعا سنی تو مچھلی کو حکم دیا کہ میرے یونس کو حفاظت کے ساتھ اپنے پیٹ سے باہر نکال دے۔

مچھلی نے حکم کی تعمیل کی اور سیّدنا یونس علیہ السلام کو ساحل پر اُگل دیا۔

مسلسل مچھلی کے پیٹ میں رہنے سے آپ کا جسم بہت کمزور اور لاغر ہو گیا اور کھال بہت نرم ہو چکی تھی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے فوراً ہی ساحل پر کدو کی ایک بیل اُگ آئی اور اُس کے پتوں نے آپ پر سایہ کر دیا اور ایک ہرن کو حکم دیا کہ وہ روزانہ آپ کو دودھ پلایا کرے ہرنی روزانہ دودھ پلاتی آہستہ آہستہ آپ کی حالت بہتر ہو گئی اور آپ اپنے شہر نینویٰ واپس تشریف لے گئے اور آپ کی قوم نے آپ کے ہاتھ پر اپنے ایمان کی بیعت کی اور دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کیلئے اپنے نبی سیّدنا یونس علیہ السلام کی اطاعت کرنے لگے۔

اور بچو!

وہ دعا جو سیّدنا یونس علیہ السلام نے مانگی تھی ہم سب کو بھی وہ دعا مانگتے رہنا چاہیے۔

اب یہ شدید خوفزدہ ہوئے اور سیدنا یونس علیہ السلام کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ لیکن سیدنا یونس علیہ السلام تو ساحل کی جانب روانہ ہو چکے تھے اور وہاں سے ایک کشتی میں سوار ہو کر جا رہے تھے وہ بھلا انہیں اب کہاں ملتے۔ اب تو ان لوگوں کو سو فیصد یقین ہو گیا کہ یہ عذاب ہی کے آثار ہیں کیونکہ جب کسی قوم پر عذاب آیا تو اُن کے نبی کو اور ایمان والوں کو اُن میں سے نکال لیا گیا۔ اب کیا تھا وہ سب لوگ اپنی دولت کو چھوڑ کر اپنے بیوی بچوں سے علیحدہ ہو گئے اور جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے ٹاٹ کے کپڑے پہن لیے ہر شخص توبہ کرنے لگا۔ مرد، عورت، بچے سب رونے لگے۔ جانوروں اور ان کے بچوں کو بھی انہوں نے علیحدہ علیحدہ کر دیا۔

اب وہاں کا ماحول یہ ہو گیا کہ جب مرد روتے تو ان کی عورتیں بھی رونا شروع کر دیتیں اور عورتوں کو دیکھ کر بچے بھی رونا شروع کر دیتے تو اسی طرح اونٹ بلبلاتا تو اونٹ کے بچے بھی بلبلانے لگتے، گائیں چلاتیں تو بچھڑے بھی چلانے لگتے، بکریاں منمنانے لگتیں تو تو بکری کے بچے بھی منمناتے اس طرح یہ منظر بہت دردناک ہو گیا۔

سب لوگ توبہ کرنے لگے سارے بت توڑ ڈالے اور کہنے لگے کہ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان لائے اگر انہوں نے کسی کے حقوق پورے نہیں کئے تھے تو اس سے معافی مانگی اور توبہ کا یہ عالم تھا کہ کسی نے اگر کوئی پتھر کسی دوسرے کی اجازت کے بغیر اپنے گھر میں لگا لیا تھا تو وہ بھی واپس کر دیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ان کی اس آہ وزاری پر رحم آگیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وہ عذاب ان سے دور کر دیا۔

جب وہ سیاہ بادل چھٹ گئے تو یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے واپس بستی میں آگئے اور سیدنا یونس علیہ السلام کا انتظار کرنے لگے کہ وہ آئیں تو یہ ان کے ہاتھ پر ایمان کی بیعت کریں اور اُن کی تعلیم سے عبادتِ الٰہی کریں۔

دوسری جانب سیدنا یونس علیہ السلام بستی سے نکل کر کشتی میں سوار ہو چکے تھے جب کشتی بیچ دریا میں پہنچی تو اچانک دریا میں طغیانی آنا شروع ہو گئی دریا بپھرنے لگا۔

اب مسافر ڈر کے مارے چیخنے چلانے لگے جب کشتی بالکل ہی بے قابو ہونے لگی تو کشتی چلانے والے ملاح نے کہا کہ میں نے اپنے بڑوں سے سنا ہے کہ جب کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہو تب ایسا ہوتا ہے۔ اور ایسی صورتِ حال میں یا تو اس غلام کو دریا میں پھینک دیا جائے یا پھر کشتی ڈوب جائے گی۔

سیدنا یونس علیہ السلام نے سنا تو کہنے لگے میں ہی وہ غلام ہوں جو اپنے مالک سے اجازت لیے بغیر یہاں آگیا ہوں۔

کشتی والے بڑے حیران ہوئے اور کہنے لگے شکل وصورت نورانی ہے چنانچہ آپس میں کہنے لگے اتنی معصوم صورت نورانی چہرہ یہ کسی کے غلام نہیں ہوسکتے خاندانی وجاہت بھی چہرے سے عیاں تھی۔ پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔

چیونٹیوں کی ملکہ اور ملکہ بلقیس کا تخت

مغرب کے بعد ہی سے تمام بچے لان میں جمع ہو گئے تھے تاکہ تایا جان سے کہانی سن سکیں۔

السلام علیکم تایا جان! تمام بچوں نے ایک ساتھ کہا۔

وعلیکم السلام تایا جان نے جواب دیا اور ساتھ ہی لان میں رکھی ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔

ہاں بچو! کل ہم نے آپ کو سیّدنا داؤد علیہ السلام کا قصہ سنایا تھا۔

جی تایا جان! بچوں نے کہا۔

آج ہم آپ کو داؤد علیہ السلام کے بیٹے سیّدنا سلیمان علیہ السلام کا قصہ سنائیں گے۔ یہ بھی نبی تھے اور بادشاہ بھی۔

آپ بہت بڑے بادشاہ تھے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو بہت طاقت سے نوازا تھا آپ کے پاس بے شمار اختیارات تھے۔ ہوا آپ کی فرمانبردار تھی، جنات آپ کی اطاعت کرتے تھے، پرندوں کی بولیاں جانتے تھے اور چرند پرند سب کے سب آپ کا کہنا سنتے اور مانتے تھے۔

غرض یہ کہ آپ کو جو لشکر تھا بڑا عجیب و غریب تھا اس میں چرند پرند، جن و انسان سب ہی شامل تھے۔ ایک دن آپ اپنے لشکر کے ساتھ جا رہے تھے اور سب لوگ نہایت نظم و ضبط کے ساتھ چل رہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ چیونٹیوں کی بستی تھی ابھی سیّدنا سلیمان علیہ السلام کا لشکر اس بستی سے تین میل دور تھا کہ چیونٹیوں کی ملکہ نے دیکھا کہ سیّدنا سلیمان علیہ السلام ادھر سے گزرنے والے ہیں تو اُس نے سب چیونٹیوں سے کہا کہ اے چیونٹیوں یہاں سے تھوڑی دیر میں سیّدنا سلیمان علیہ السلام کا لشکر گزرنے والا ہے اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ کچل کر رکھ دیں تمہیں اُن کا لشکر اور تمہیں روند ڈالیں بے خبری میں۔

سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کی بات تین میل دور سے سُن لی اور آپ مسکرا دیئے۔ یہ نبی کی شان ہے کہ وہ عام بشر تو ہوتے نہیں ہیں بے مثل و بے مثال بشر ہوتے ہیں لہٰذا اُن کی قوتِ سماعت بھی عام آدمی سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

خیر جب سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کی تقریر سُنی تو آپ سُن کر ہنس دیئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ جب وہاں پہنچے تو چیونٹیوں کی اس ملکہ کو اپنے ہاتھ میں اٹھالیا اور اس سے پوچھا کہ بتا تیری سلطنت بڑی ہے یا میری؟

چیونٹیوں کی ملکہ نے کہا یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن اتنا جانتی ہوں کہ اس وقت میرا تخت سیّدنا سلیمان علیہ السلام کا ہاتھ ہے

سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تو بڑی دانا اور عقل مند ہے۔

اس واقعہ کو سورہ نمل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان کیا ہے۔

اب بچو! میں آپ کو ملکہ بلقیس کے ایمان لانے کا واقعہ سناتا ہوں:۔

یہ ملکہ بلقیس کون تھی؟ حارثہ نے بے تابی سے پوچھا۔

یہ تو کہانی سنو گے جب ہی معلوم ہو گا۔

ایک دن سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنا دربار لگایا ہوا تھا کہ تمام درباری حاضر تھے اور لشکر پر نگاہ ڈالی تو وہ تمام اپنی اپنی جگہوں پر ڈیوٹیاں دے رہے تھے۔ لیکن پرندوں میں ہدہد کو غیر حاضر پایا۔

اب آپ جیسے عظیم الشان بادشاہ کے دربار میں نظم وضبط کی خلاف ورزی تو کوئی کر نہیں سکتا تھا کہ جس کا دل چاہے کہیں بھی چلا جائے اور جب منہ اٹھائے آجائے۔

آپ نے پوچھا کہ ہدہد نظر نہیں آرہا کہاں لاپتہ ہو گیا ہے اگر اس نے اپنی غیر حاضری کی معقول وجہ نہ بتائی تو میں اُسے سخت سزا دوں گا یا ذبح ہی کر ڈالوں گا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ہُدہُد حاضر ہو گیا دوسرے پرندوں نے ہُدہُد کو بتایا کہ سیّدنا سلیمان علیہ السلام تمہاری غیر حاضری پر ناراض ہو رہے تھے۔

سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد سے پوچھا تو کہاں غائب ہو گیا تھا؟

ہُدہُد نے عرض کی یا نبی اللہ! میری تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ میں ملک سبا چلا گیا تھا اور وہاں میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی سلطنت ہے اور اس پر ایک ملکہ حکومت کرتی ہے جسے ملکہ بلقیس کہتے ہیں اس کے پاس دنیا بھر کی دولت ہے اور اس کا تخت بہت بڑا ہے اور وہ تخت سونے اور چاندی سے بنایا گیا ہے اس میں طرح طرح کے ہیرے اور جواہرات جڑے ہیں اس تخت کے پائے یاقوت اور زمرد کے بنے ہوئے ہیں اور یہ تخت سات کمروں میں بند ہے ایک کمرہ دوسرے کمرے میں دوسرا کمرہ تیسرے کمرے میں اس طرح سات کمرے ہیں اور وہ تخت تیار بھی اسی کمرے میں کیا گیا ہے اور اس تخت کو وہاں سے کوئی نکال نہیں سکتا اور ملکہ بلقیس اور اس کی قوم کو شیطان نے گمراہ کیا ہوا ہے اور وہ سب سورج کی عبادت کرتے ہیں۔

سلیمان علیہ السلام ہُدہد سے ناراض تھے لیکن آپ نے اس کو معاف کر دیا۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ

اُس کو اس لیے بھی معاف کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنے ماں باپ کا فرمانبردار تھا اور ان کو کھانا لا کر بھی کھلاتا تھا کیونکہ وہ بوڑھے تھے۔

بہر حال سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کو ایک خط دیا کہ یہ خط لے جاؤ اور ملکہ بلقیس کے پاس پہنچا دو اور پھر وہیں رہو اور دیکھو کہ وہ اس خط کے جواب میں کیا کہتی ہے۔

ہُدہُد نے سیّدنا سلیمان علیہ السلام کا خط لیا اور ملکہ بلقیس کی طرف روانہ ہو گیا۔

ملکہ بلقیس اُس وقت دربار سجائے بیٹھی تھی ہُدہُد نے اُن کے سروں پر پہنچ کر پھڑ پھڑانا شروع کر دیا جب بلقیس نے ہدہد کی طرف اوپر دیکھا تو ہُدہُد نے وہ خط ملکہ بلقیس کی گود میں ڈال دیا۔

ملکہ بلقیس بڑی حیران ہوئی خیر اس نے خط کو کھول کر پڑھنا شروع کیا پڑھ کر اس نے تمام مشیروں اور وزیروں کو جمع کر لیا اور اُن سے کہا:۔

اب تم مجھے مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

ملکہ بلقیس کے مشیر اور وزیر کہنے لگے:۔

ملکہ عالیہ! آپ جانتی ہیں کہ ہماری فوج دنیا کی زبردست فوج ہے ہم بڑے بہادر اور جنگجو ہیں آپ اگر جنگ کا کہیں گی تو ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے اور آپ جو حکم دیں گی ہم اس کو ہر حال میں مانیں گے۔

ملکہ بہت عقل مند تھی اس نے خط پڑھ کر اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کسی معمولی آدمی کا خط ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اس نے اپنے مشیروں اور وزیروں سے کہا کہ بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو ویران کر دیتے ہیں اور عزت دار لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہم اُن کے پاس اپنے قاصد کو تحفے تحائف دے کر بھیجتے ہیں اگر انہوں نے وہ تحفے لے لیے تو ہم سمجھ جائیں گے کہ وہ صرف بادشاہ ہیں یا نبی بھی ہیں۔ اگر وہ بادشاہ ہوئے تو ہم جانتے ہیں کہ بادشاہوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ نبی ہیں یا نہیں۔

یہ سن کر سب مشیروں اور وزیروں نے ملکہ کی رائے سے اتفاق کیا اور کہنے لگے۔ ملکہ عالیہ آپ درست کہہ رہی ہیں۔

ملکہ نے اپنے قاصدوں کو قیمتی تحائف دے کر سیّدنا سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ کر دیا۔ دوسری طرف ہُدہُد بھی سیّدنا سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہو گیا اور اس نے ملکہ بلقیس کا مشیروں اور وزیروں سے مشورے کرنا سب کچھ جا کر بتا دیا۔

کچھ ہی دِنوں میں ملکہ بلقیس کے قاصد تحائف لے کر سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچ گئے اور سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے دربار کی شان و شوکت دیکھ کر حیران رہ گئے اُن کی عقل حیران رہ گئی۔

بہر حال قاصدوں نے تحفے سیّدنا سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیے لیکن آپ نے اُن پر ایک نظر تک نہیں ڈالی۔

اور اُن قاصدوں سے کہا:۔

کیا تم اِن ہدیوں اور تحفوں کو میرے پاس لا کر اِترا رہے ہو میرے پاس اِس سے کہیں زیادہ قیمتی خزانے اور طاقت موجود بیشک نے اِس سے کہیں زیادہ نعمتوں سے ہمیں نوازا ہے تم جو یہ چیزیں لے کر آئے ہو واپس چلے جاؤ اور اپنی ملکہ کو جا کر صاف صاف بتا دینا کہ اگر تم نے سورج کی عبادت کرنا نہیں چھوڑی اور توبہ کر کے میرے لائے ہوئے دین کو قبول نہیں کیا تو میں ایک ایسا لشکر لے کر تم پر چڑھائی کروں گا کہ تم میں کسی کی طاقت نہیں ہو گی کہ اس لشکر کو کوئی روک سکے۔

پھر ہم تمہیں ذلیل و رُسوا کر کے تمہارے شہروں سے نکال دیں گے۔

جب سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کے تحفوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو وہ قاصد تمام تحفے لے کر واپس چلے گئے اور سارا ماجرا جا کر ملکہ کو سنا دیا۔

ملکہ سمجھ گئی کہ آپ صرف بادشاہ نہیں ہیں بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نبی بھی ہیں اور اُن کا مقابلہ کرنے کی کسی میں ہمت نہیں۔

لیکن ایمان لانے سے پہلے وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ آپ کی شخصیت کس طرح کی ہے ملکہ بلقیس پوری شان و شوکت کے ساتھ سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے پاس جانے کیلئے روانہ ہو گئی۔

جب وہ سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے شہر کے قریب پہنچ گئی تو آپ نے اس کو اپنی طاقت دکھانا چاہی تا کہ اُسے معلوم ہو جائے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نبی کا اختیار کیسا ہوتا ہے؟

آپ نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو ملکہ بلقیس کا تخت اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے پہنچادے ایک دیو کھڑا ہوا جس کا نام عفریت تھا۔

اس نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ اگر آپ اس خادم کو حکم دیں تو آپ کے دربار کا وقت ختم ہونے سے پہلے میں اس تخت کو یہاں لے آؤں گا اگر چہ وہ بڑا بھاری بھر کم تخت ہے اور یہاں سے ڈیڑھ ہزار میل دور بھی ہے۔

لیکن آپ نے اس کو پسند نہ کیا کہ آپ کا کوئی درباری اس معمولی سے کام میں اتنا زیادہ وقت لگائے۔

تایا جان! لیکن وہ تو کہہ رہا تھا کہ تھوڑی سی دیر میں یعنی آپ کے دربار کا وقت ختم ہونے سے پہلے لے آئے گا۔ حارثہ سے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

اور تایا جان تخت بھی تو ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر تھا جیسے یہاں سے جاپان۔ رفیق نے طویل فاصلے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اور اتنی جلدی تو آج کے جدید دور میں ہوائی جہاز بھی نہیں لا سکتا۔

ہاں بیٹا مگر جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ولی ہوتے ہیں اور نبی ہوتے ہیں اُن کے اختیارات، طاقت عام آدمی کی طرح تھوڑی ہوتی ہے۔

اب آگے سنو!

سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے کہا نہیں یہ تو بہت دیر ہو جائے گی اس سے جلدی اور کون لا سکتا ہے۔ تو سیّدنا سلیمان علیہ السلام کی اُمت کے ایک ولی آصف برخیا کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے:۔

میں پلک جھپکنے سے پہلے وہ تخت آپ کے پاس لے آؤں گا۔

پھر ایسا ہی ہوا اور سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے پلک جھپکنے سے پہلے ملکہ بلقیس کا وہ عظیم الشان تخت جو ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر سات کمروں میں بند تھا سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے سامنے موجود تھا۔

اِس پر سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:۔

یہ میرے ربّ کا فضل ہے تا کہ وہ آزمائے مجھ کو میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری تو جس نے شکر ادا کیا تو وہ شکر ادا کرتا ہے اپنے بھلے کیلئے اور جو ناشکری کرتا ہے تو وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور بلاشبہ میرا ربّ غنی بھی ہے۔

پھر آپ نے درباریوں سے کہا کہ اس تخت میں کچھ تبدیلی کر دو تا کہ دیکھیں کہ وہ اپنے تخت کو پہچانتی بھی ہے یا نہیں۔

جب ملکہ بلقیس دربار میں آئی تو حیران رہ گئی کہ اس کا تخت یہاں کیسے پہنچ گیا اور سوچنے لگی کہ یہ تو میرے جیسا تخت ہے بلکہ میرا ہی ہے لیکن یہاں کیسے آیا؟

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے اُس سے پوچھا کہ کیا تمہارا تخت بھی ایسا ہی ہے۔

چند لمحے کیلئے تو وہ پریشان ہو گئی کہنے لگی دیکھنے سے تو لگتا ہے یہ وہی تخت ہے۔

سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا، ہاں یہ تمہارا ہی تخت ہے۔

بلقیس نے کہا ہم تو پہلے ہی یہ جان چکے ہیں کہ آپ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی بڑی نعمتوں سے نوازا ہے اور ہم تو پہلے ہی مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے شیشے کا ایک محل تیار کروایا ہوا تھا اور اس کا فرش بھی شیشے کا تھا اور نیچے یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پانی بہہ رہا ہے۔

ملکہ بلقیس جب آپ سے ملنے آئی تو آپ اس محل میں تشریف فرما تھے۔

بلقیس نے جب فرش کی طرف دیکھا تو اُسے ایسا لگا کہ جیسے نیچے پانی کی لہریں ہیں اس نے اپنے پائنچے اوپر کر لیے تاکہ کپڑے نہ بھیگ جائیں اُسے یہ اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ یہ فرش بلوریں فرش ہے۔ اب جب اس نے پاؤں آگے رکھا تو اس کو اندازہ ہوا یہ تو شیشے کا فرش ہے اور یہاں پانی تو دور کی بات نمی بھی موجود نہیں ہے اسے بتایا گیا کہ یہ تو صرف شیشے کی عمارت ہے۔

اب اس نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ سمجھ گئی کہ یہ کاریگری تو انسانی طاقت کی ہو ہی نہیں سکتی۔ کہنے لگی:۔

اے میرے ربّ میں (آج تک) ظلم ڈھاتی رہی اپنی جان پر اور اب میں ایمان لاتی ہوں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ پر جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

جب اس کے مشیروں اور وزیروں نے دیکھا کہ اُن کی ملکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ سب بھی مسلمان ہو گئے اور پوری قوم سبا سیّدنا سلیمان علیہ السلام پر ایمان لے آئی۔

مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے بعد سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کو اپنی بیوی بنا کر عزت وشرف سے نوازا۔

اچھا بچو! اب اجازت دو عشاء کی نماز کا وقت بھی قریب ہو رہا ہے۔

اور اس کے بعد تایا جان عشاء کی نماز کیلئے مسجد کی جانب روانہ ہو گئے۔

قصہ سیدنا زکریا علیہ السلام

مقدس مقام

فرحان، عارف دیر ہو رہی ہے بیٹا جلدی کرو۔ رضا صاحب نے اپنے بیٹوں کو آواز دی۔

آج داتا دربار میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرس تھا اور رضا صاحب عرس میں شرکت کیلئے جانے کی تیاری کر رہے تھے۔

ابو! ایک بات تو بتایئے! عارف نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

جی پوچھئے!

ابو یہ ہم دعا یہاں بیٹھ کر بھی تو کر سکتے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے پھر ہمیں اللہ کے ولی اللہ کے دوست سیّدنا داتا گنج بخش علی ہجویری کے مزار پر حاضر ہو کر دعا مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔

اور ابو اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے اور ہر جگہ سے ہماری پکار کو سنتا ہے تو پھر ہم گھر میں بیٹھ کر بھی تو دعا مانگ سکتے ہیں؟ فرحان نے بھی گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

جی بچو! بالکل۔

تو پھر بتایئے نا کہ ہم مزار شریف پر کیوں جا رہے ہیں؟

ہاں بچو! جیسے سیّدنا زکریا علیہ السلام نے دعا کی تھی حضرت مریم کے حجرہ میں۔

ابو تفصیل سے بتایئے کہ سیّدنا زکریا علیہ السلام نے کیا دعا کی اور کیسے کی کیا قرآن کریم نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے؟

ہم عشاء کی نماز کے بعد آپ کو پورا واقعہ سنائیں گے۔

رضا صاحب داتا دربار میں حاضر ہوئے دُرودِ تاج پڑھا فاتحہ پڑھی اور با ادب واپس ہونے لگے۔ واپس جاتے ہوئے فرحان اور عارف نے کہا ابو ابھی نہ تو ہم نے مزار کو چوما ہے اور نہ ہی اس کا طواف کیا ہے۔

نہیں بچو قبر کو چومنا ادب کے خلاف ہے اور شریعت نے مزار کے طواف کو منع کیا ہے اس لیے ہم نے قبر کو نہیں چوما اور مزار کا طواف نہیں کیا۔

مزار سے منسلک مسجد میں رضا صاحب نے نمازِ عشاء ادا کی اور واپس گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

گاڑی گیراج میں کھڑی کرکے ابھی رضا صاحب لاؤنج میں داخل بھی نہیں ہوئے تھے کہ فرحان اور عارف نے ان سے مطالبہ کر دیا کہ ابو آپ نے کہا تھا کہ عشاء کے بعد آپ ہمیں سیّدنا زکریا علیہ السلام کا قصہ سنائیں گے۔

ارے بچو!

ابو کو ابھی آرام تو کرلینے دو سیّدنا زکریا علیہ السلام کا قصہ کل سن لینا۔ عارف اور فرحان کی امّی نے اپنے بچوں کی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے پیار سے کہا۔

نہیں امی ابو نے وعدہ کیا تھا کہ وہ آج ہمیں قصہ سنائیں گے فرحان نے بے تابی سے کہا۔

ہاں بیگم آج انہیں قصہ سنانا بہت ضروری ہے۔ آیئے آپ بھی بیٹھ جائیں اور ہاں بینش کو بھی بلالیں رضا صاحب نے اپنی چھوٹی بیٹی بینش کیلئے کہا۔

جی میں ابھی بینش کو لے کر آتی ہوں وہ اپنے کمرے میں ہوم ورک کر رہی ہے۔

السلام علیکم ابو! بینش نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

وعلیکم السلام! کیسی ہے میری بیٹی رضا صاحب نے بینش کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

جی ابو! اللہ کا شکر ہے۔

ہاں تو بچو! آج میں آپ کو سیّدنا زکریا علیہ السلام کا قصہ سناؤں گا۔

بنی اسرائیل میں ایک بہت عبادت گزار خاتون رہا کرتی تھیں اُن کا نام حنّہ تھا ان کی عمر کافی ہو چکی تھی لیکن ابھی تک اولاد کی نعمت سے محروم تھیں۔

ایک دن درخت کے سائے میں بیٹھی ہوئی تھیں انہوں نے ایک پرندے کو دیکھا جو اپنے بچے کو چونچ کے ذریعے خوراک دے رہا تھا۔ جب آپ نے ایک پرندے کی اپنی اولاد کے ساتھ یہ محبت دیکھی تو آپ کے دل میں بھی اولاد کی خواہش پیدا ہوئی آپ نے منت مانی کہ اے اللہ! اگر تو نے مجھے اولاد سے نوازا تو میں اس کو بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کر دوں گی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور آپ کو ایک خوبصورت بیٹی عطا فرمائی۔ اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ بیت المقدس کی خدمت کیلئے صرف لڑکے کو ہی دیا جاسکتا تھا۔

اب حنہ کو فکر ہوئی کہ وہ منت کیسے پوری کریں گی۔ کہنے لگیں:۔

اے میرے ربّ میں نے بچی جنی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو خوب معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا ہے۔

حضرت حنہ نے اپنی بیٹی کا نام مریم رکھا اور اُس کی تربیت دیکھ بھال کی اور پھر جب مریم سمجھ دار ہو گئیں تو اُن کو اُن کے خالو سیّدنا زکریا علیہ السلام کی نگہبانی میں دے دیا۔ سیّدنا زکریا علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ میں سیدہ مریم کیلئے ایک حجرہ مخصوص کر دیا۔

سیدہ مریم ہر وقت اُس حجرہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرتیں یہاں تک کہ آپ کی پاکیزگی اور عبادت کا چرچا سارے بنی اسرائیل میں ہو گیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام آپ کے حجرے میں جاتے اور دیکھتے کہ موسم سرما کا موسم ہے لیکن مریم کے حجرہ میں موسم گرما کے پھل رکھے ہوئے ہیں۔ جب موسم گرما آتا تو موسم سرما کے پھل وہاں موجود ہوتے۔

آپ نے ایک دن سیدہ مریم سے پوچھا۔ مریم یہ پھل تمہارے پاس کہاں سے آتے ہیں۔

سیدہ مریم نے جواب دیا کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے یہاں سے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (پ ۳۔ سورہ آل عمران: ۳۷)

بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

سیّدنا زکریا علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اس حجرہ میں بے موسم پھل آتے ہیں تو آپ نے وہاں دعا کی۔

"یہاں پکارا زکریا نے اپنے ربّ کو کہا اے میرے ربّ! مجھے اپنے پاس سے نیک اولاد عطا فرما بے شک تو ہی سننے والا ہے۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیّدنا زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور انہیں یحییٰ علیہ السلام کی صورت میں اولاد عطا کی۔

قرآن کریم نے اس دعا کی قبولیت کو یوں بیان فرمایا:۔

"وہ ابھی حجرے میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے انہیں آواز دی کہ

بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو خوشخبری سناتا ہے یحییٰ علیہ السلام کی جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ایک کلمہ کی تعریف کرے گا سردار اور ہمیشہ کیلئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خالص بندوں سے"

تو دیکھا بچو! آپ نے سیّدنا زکریا علیہ السلام نے اسی حجرہ میں دعا مانگی جو سیدہ مریم کا تھا اور سیدہ مریم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ولیہ تھیں تو ایسی جگہ جس کی نسبت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دوستوں سے ہو اس جگہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی خاص رحمت نازل فرماتا ہے۔

داتا گنج بخش بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ولی ہیں تو اس جگہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے اسی لیے ہم وہاں جا کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں۔

اچھا تو پھر حضرت زکریا علیہ السلام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیٹے سے نوازا اور اُن کا نام بھی بتا دیا۔ عارف نے حیرت کے ساتھ کہا۔

جی ہاں بیٹا!

اچھا ابو ہمیں سیّدنا یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی بتایئے تابش نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

ہاں بیٹا ضرور لیکن کل صبح۔

جی ابو تمام بچوں نے ایک ساتھ کہا۔

قصہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام

یحییٰ علیہ السلام کا اعلانِ حق

فرحان، عارف اور بینش کافی بے چینی اور بے تابی سے اپنے والد کے آنے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ آج سیّدنا یحییٰ علیہ السلام کا قصہ سن سکیں۔

جیسے ہی رضا گھر میں داخل ہوئے تینوں بچے رضا صاحب کے گرد جمع ہو گئے۔

بھئی بچو ابو کو منہ ہاتھ دھو کر فریش تو ہو لینے دو اس کے بعد تم لوگ آرام سے بیٹھ کر کہانی سننا۔ میں نے تم لوگوں کیلئے فنگر چپس اور چائے بھی تیار کر لی ہے۔

رضا صاحب کی اہلیہ نے بچوں کو پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ارے بھئی نبیلہ بیگم تم کیوں بچوں کو ڈانتی ڈپٹتی رہتی ہو۔ کل سے تو بچے کہانی سننے کا انتظار کر رہے ہیں۔ رضا صاحب نے بینش کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

یہ آپ ہی نے تو بگاڑا ہے انہیں میں کہانی سننے سے کب منع کر رہی ہوں؟ بس آپ کی ہی فکر ہے کہ ابھی دفتر سے تھکے ہوئے آئے ہیں اور بچوں نے تنگ کرنا شروع کر دیا۔

نبیلہ بیگم نے مصنوعی ناراضگی کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔

اچھا بچو! اس سے پہلے کہ آپ کی امی جان مزید ناراض ہوں میں ذرا منہ ہاتھ دھو کر آتا ہوں رضا صاحب نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

منہ ہاتھ دھو کر رضا صاحب صوفے پر بیٹھ گئے اتنی دیر میں نبیلہ بیگم بھی فنگر چپس اور چائے لے کر لاؤنج میں آگئیں۔

ہاں بچو! تو سیّدنا زکریا علیہ السلام کی دعا کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قبول فرمایا اور سیّدنا یحییٰ علیہ السلام کی شکل میں ایک فرزند عطا فرمایا۔

سیّدنا یحییٰ علیہ السلام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے منصب نبوت پر فائز فرمایا۔ اور آپ کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو توریت کی تبلیغ کریں۔

سیّدنا یحییٰ علیہ السلام نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل کو اطاعت کا درس دینے لگے انہیں بری باتوں سے روکتے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی فرمانبرداری کا حکم دیتے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں آپ رات دن مشغول رہتے توریت کے احکامات لوگوں تک پہنچاتے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتے۔

یہاں تک کہ اس حق گوئی کی وجہ سے آپ کو شہید کر دیا گیا۔

کیا؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نبی کو ان لوگوں نے شہید کر دیا۔ تینوں بچوں نے خوفِ خدا سے لرزتے ہوئے کہا۔

بنی اسرائیل میں بہت سے انبیاء کرام آئے اور انہوں نے اُن کو قتل کیا ان یہودیوں نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی شہید کرنے کی کوشش کی تھی یہ تو بہت ہی برے لوگ ہیں! بینش نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔

جی ابو! سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو انہوں نے قتل کیوں کیا؟ عارف نے تجسس سے پوچھا۔

ہاں! ہوا یہ کہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے زمانے میں فلسطین پر جو بادشاہ حکومت کرتا تھا وہ اپنی بھتیجی سے شادی کرنا چاہتا تھا اور اُسے اپنی ملکہ بنانا چاہتا تھا وہ لڑکی بھی راضی تھی اس کے گھر والے بھی اس شادی کیلئے تیار تھے۔

جب سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو اس شادی کے بارے میں علم ہوا تو آپ نے اس شادی کی بھرپور مخالفت کی اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بھتیجی سے شادی کو حرام قرار دیا ہے۔ جب آپ نے اس شادی کی مخالفت کی تو یہ آپ کی مخالفت کی خبریں ہر جگہ پھیلنے لگیں۔

جہاں دو چار افراد جمع ہوئے وہ انہی موضوعات پر بات چیت کرتے ہوئے نظر آتے۔

جب اس بات کا بہت زیادہ چرچا ہو گیا تو پہنچتے پہنچتے یہ خبر لڑکی اور اس کے گھر والوں کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔

لڑکی کو جب معلوم ہوا کہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام اس شادی کے سب سے بڑے مخالف ہیں تو وہ اس پر سخت غضب ناک ہوئی کہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام اس کو بادشاہ کی ملکہ بننے سے روک رہے ہیں اُسے مال، عزت اور حکومت سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اس نے آپ سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔

چنانچہ دوسرے ہی دن اس نے خود کو خوب اچھی طرح سجا سنوار کر بادشاہ کے پاس جا پہنچی بادشاہ نے اٹھ کر ملکہ کی طرح اس کا استقبال کیا اپنے پاس اپنے تخت پر بٹھایا پھر کہنے لگا۔

بادشاہ اور اس کے درباری آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

ضرور کوئی خاص بات ہے جو آپ نے آج اپنے قدموں سے ہمارے دربار کو رونق بخشی ہے میرے لائق کوئی حکم ہو تو فرمایئے۔

لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ بیٹھی رہی جیسے کوئی غم اس کو لاحق ہے۔ پریشانی اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی۔

آنکھوں میں مگرمچھ کے آنسو دیکھ کر بادشاہ پریشان ہو گیا اور بے چینی کے ساتھ کہنے لگا آخر ہوا کیا ہے؟ مجھے بتائیں تو سہی آپ کو کس نے رُلایا ہے۔

لڑکی اور زیادہ زور سے رونے لگی یہاں تک کہ اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ بادشاہ نے کہا آپ مجھے بتائیں تو سہی کس نے آپ کو رُلایا ہے میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ اب اس لڑکی نے کہا:

مجھے یحییٰ نے پریشان کیا ہے۔ وہ ہر جگہ ہماری شادی کی مخالفت کر رہا ہے اور میری برائی بیان کر رہا ہے۔

بادشاہ کو سخت غصہ آگیا ماتھے پر شکنیں ابھر آئیں چہرہ سرخ ہو گیا اور طیش میں تخت سے کھڑا ہو گیا تیز اور گرج دار آواز میں کہنے لگا:۔

بتائیں آپ کیا چاہتی ہیں؟ میں اس کو کیا سزا دوں۔

لڑکی نے کہا اگر آپ مجھے اپنی ملکہ بنانا چاہتے ہیں تو اُسے قتل کر دیا جائے۔

بادشاہ نے پوچھا۔ اور اس کے علاوہ آپ کیا چاہتی ہیں آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہو گی۔

لڑکی نے کہا بس اتنا ہی کافی ہے۔

بادشاہ نے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو دربار میں طلب کیا اور تھال منگا کر اس میں آپ کو ذبح کر دیا۔

کتنا ظالم بادشاہ تھا۔ فرحان نے نمناک آنکھوں کے ساتھ کہا۔

طلطیانوس کی موت

یار جوزف تم کہاں جارہے ہو؟ فہد نے جوزف کو اسکول سے مارکیٹ کی جانب جاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

یار فہد کل 25 دسمبر ہے کرسمس ہے اور اس دن ہماری عید ہوتی ہے مجھے مارکیٹ سے کچھ ضروری سامان لینا ہے۔ اور ہاں تم بھی کل صبح میں ہمارے یہاں آنا تمہاری خصوصی دعوت ہے۔

فہد جوزف کے ساتھ عیسائیوں کے سینٹ پیٹرکس اسکول میں پڑھتا تھا۔

دوسرے دن پچیس دسمبر کو پورے ملک میں چھٹی تھی اس لئے فہد دس بجے جوزف کے گھر چلا گیا۔

جوزف کے گھر تمام مہمان آئے ہوئے تھے جوزف کی ایک کزن ہیلنا جس نے رہبانیت اختیار کرلی تھی وہ راہبہ تھی وہ بھی وہاں آئی ہوئی تھی اور انجیل کا درس دے رہی تھی۔

جوزف نے فہد کو خوش آمدید کہا اور فہد کو اپنے ساتھ ہی بٹھالیا۔

راہبہ ہیلنا درس دے رہی تھی۔ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں راہبہ بتا رہی تھی کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں اور ان کو یہودیوں نے سولی پر لٹکا دیا تھا اور انہیں مار دیا تھا اور نہ جانے وہ کیا کیا کہہ رہی تھی۔

فہد خاموشی سے سب کچھ سن رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں تقریب ختم ہوگئی اور فہد اپنے دوست کے گھر سے واپس لوٹ آیا۔

لیکن اس کا دماغ راہبہ ہیلنا کی باتوں ہی میں اُلجھا ہوا تھا۔

شام کو جب فہد کے بابا آئے تو فہد کے بابا نے فہد سے پوچھا اور بیٹا آج چھٹی کا دن کیسا گزرا تو فہد نے ساری داستان اپنے بابا کو سناڈالی اور اپنی اُن الجھنوں کا تذکرہ بھی کیا جو جوزف کے گھر میں راہبہ ہیلنا نے پیدا کی تھیں۔

فہد کی مما بھی اس دوران اُن کے ساتھ بیٹھی رہیں۔

فہد بیٹا آپ ہوم ورک مکمل کرلیں اور رات کو لائبریری میں آیئے گا تب میں آپ کو سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور اُن کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے واقعات کو تفصیل سے سناؤں گا۔

فہد ہوم ورک کرنے کیلئے وہاں سے چلا گیا۔

زنیرہ! فہد کی مما سے مخاطب ہوتے ہوئے شجاع صاحب نے کہا۔

ہم نے فہد کا داخلہ عیسائیوں کے اسکول میں کرا کے اچھا نہیں کیا۔

کیوں؟ فہد کی مما نے پوچھا۔

وہاں کی پڑھائی بہت اچھی ہے اور فہد کا مستقبل روشن ہونے کے امکانات زیادہ ہیں۔

ہاں اس کا مستقبل تو شاید روشن ہو جائے لیکن اس کی آخرت اگر تباہ ہو گئی تو کیا ہو گا؟

اور فہد کی دوستی بھی اسی طرح ہی کے لڑکوں سے ہو گی اور اس کا ایمان تباہ ہو جائے گا۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس کا داخلہ کسی اور اچھے اسکول میں کرا دوں گا۔

فہد کے بابا نے پر عزم انداز میں کہا۔

جیسے آپ کی مرضی آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ اگر ہم نے اس کی زندگی بنا بھی ڈالی تو اس کی عاقبت ضرور خراب ہو جائے گی لہٰذا بہتر ہے کہ آپ اس کو وہاں سے ہٹا کر کسی اور اسکول میں داخل کر دیں۔

فہد رات کو اپنے والد کی لائبریری میں پہنچ گیا۔

آؤ بیٹا آؤ۔

آج میں تمہیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ سناتا ہوں۔ آپ کو یہ تو معلوم ہی ہے کہ سیدہ حنہ جو سیدہ مریم کی والدہ ہیں، نے ایک منت مانی تھی کہ اُن کے جو بھی اولاد ہو گی اس کو وہ بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کر دیں گی۔ لہٰذا جب سیدہ مریم کی ولادت ہوئی تو سیدہ حنہ نے اُن کو بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کر دیا اور سیدنا زکریا علیہ السلام نے اُن کی پرورش کی۔

اور سیدہ مریم بہت عبادت گزار خاتون تھیں آپ کے حجرے میں بے موسم پھل بھی آیا کرتے تھے۔

یہ سب تو آپ کو معلوم ہی ہے۔

جی ہاں بالکل! فہد نے جواب دیا۔

ایک دن سیدہ مریم اپنے حجرہ میں عبادت کر رہی تھیں کہ اس وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جبرئیل امین کو اُن کے پاس بھیجا۔

جبرئیل امین ایک خوبصورت آدمی کی شکل میں اُن کے پاس تشریف لائے۔ سیدہ مریم اپنے حجرہ میں ایک اجنبی مرد کو اچانک دیکھ کر خوفزدہ ہو گئیں۔

سیدہ مریم نے فرمایا:۔

میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں اگر تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرنے والا ہے۔

جبرئیل امین نے جواب دیا کہ میں انسان نہیں ہوں میں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ایک فرشتہ ہوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ میں آپ کو پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

جیسا کہ قرآن نے بیان فرمایا:۔

"جبرئیل نے کہا میں تو تیرے ربّ کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں عطا کروں تجھے ایک پاکیزہ فرزند۔"

مریم حیرت سے بولیں (اے بندہ خدا) کیونکر ہو سکتا ہے میرے ہاں بچہ حالانکہ نہیں چھوا کسی بشر نے اور نہ میں بد چلن ہوں۔

جبرئیل امین نے فرمایا کہ تمہاری بات درست ہے مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیلئے کچھ مشکل نہیں وہ ہر شے پر قادر ہے۔

جبرئیل امین کی بات سن کر سیّدہ مریم مطمئن ہو گئیں۔ پھر جبرئیل امین نے اُن کی جانب پھونک ماری۔

جب حمل کی علامات ظاہر ہو گئیں تو آپ اپنے حجرے سے کہیں دور چلی گئیں کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ لوگ ان پر برائی کے بہتانات لگائیں گے۔

پریشانی کے اس عالم میں کہ اب بچہ کی پیدائش کے بعد لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گی لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے کہ یہ سب کچھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے ہوا ہے۔

اس کیفیت میں بے اختیار اپنے آپ سے کہنے لگیں۔ کاش میں مر گئی ہوتی اس سے پہلے اور بالکل فراموش کر دی گئی ہوتی۔

جب سیدہ مریم کی پریشانی بڑھ گئی تو ایک فرشتہ نے آواز دی:۔

"اے مریم غمزدہ نہ ہو تیرے ربّ نے تیرے لیے ایک پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے اور ہلاؤ کھجور کے درخت کو تو گرنے لگیں گی پکی ہوئی کھجوریں تم پر۔"

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد آپ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں اٹھا کر اپنی قوم کی طرف آگئیں۔

جب ان لوگوں نے مریم کی گود میں ایک بچہ دیکھا تو وہ سیدہ مریم سے کہنے لگے:۔

اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی پھر تم نے یہ برا کام کیوں کیا؟

سیدہ مریم نے کہا:۔

میں نے آج رحمٰن کیلئے چپ کا روزہ رکھا ہے میں آج کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی۔ تمہیں اگر کوئی بات کرنی ہے تو اس بچہ سے کرو جو گود میں لیٹا ہوا ہے آپ نے یہ بات اشارے سے کی۔

لوگ ان کے اشارے کو سمجھ کر کہنے لگے:۔

تم ہم سے مذاق کرتی ہو یہ بچہ بھلا کیسے ہم سے بات کر سکتا ہے۔

اسی وقت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اس طرح بولنا شروع کیا:۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۛ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۠ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۝ (پ۱۶۔ سورہ مریم:۳۰۔۳۳)

میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے اور اس نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں کہیں بھی میں اور اسی مجھے حکم دیا ہے نماز ادا کرنے کا اور زکوٰۃ دینے کا جب تک میں زندہ رہوں اور مجھے خدمت گزار بنایا ہے اپنی والدہ کا اور اس نے نہیں بنایا مجھے جابر (اور) بدبخت اور سلامتی ہو مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے اٹھایا جائے گا زندہ کرکے۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وضاحت کردی کہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام، اللہ کے رسول ہیں بندے ہیں بیٹے نہیں۔

خیر ہر طرف اس معجزے کا تذکرہ ہونے لگا دور دور سے لوگ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے کیلئے آنے لگے۔

یہ خبر اتنی تیزی سے پھیلی کہ شام کے بادشاہ تک بھی یہ خبر جا پہنچی۔

اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس بچے کو فوراً قتل کردو۔

لیکن ان تمام معجزات اور روشن نشانیوں کے باوجود بنی اسرائیل نے گمراہی اور سرکشی نہ چھوڑی۔ چند لوگ ایمان لائے جنہیں حواری کہا جاتا ہے۔

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کے مطابق تبلیغ کرتے رہے لیکن یہودی کیونکہ آپ کے دشمن ہو چکے تھے بلکہ وہ آپ سے پہلے بھی دیگر انبیاء کرام کو قتل کر چکے تھے۔

لہٰذا انہوں نے آپ کو بھی قتل کرنے کا منصوبہ بنالیا۔

اور اس وقت کے بادشاہ نے ایک شخص ططیانوس اکو اس کام کیلئے منتخب کیا یہ ایک منافق شخص تھا بظاہر سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملتا رہتا، محبت کے دعوے کرتا اور درپردہ یہودیوں سے بھی ملا ہوا تھا۔

بادشاہ نے ططیانوس کو تیس دِرہم کے عوض سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر آمادہ کرلیا۔

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے ناپاک منصوبے سے آگاہ کردیا اور آپ نے اپنے ساتھیوں کو بتادیا کہ آج مجھے فلاں شخص تیس دِرہم کے عوض فروخت کردے گا۔

ططیانوس تیس درہم کے لالچ میں سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ کے دروازے تک آگیا۔

اپنے دیگر ساتھیوں کو اس نے گھر کے باہر کھڑا کیا اور خود اندر چلا گیا۔ ابھی وہ اندر گیا ہی تھا کہ اس نے دیکھا کہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں کی طرف پرواز کرگئے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔

ططیانوس یہ منظر دیکھ کر دیر تک حیرت کا شکار رہا اور ابھی وہ اس تعجب میں ہی گرفتار گم سُم کھڑا تھا کہ باہر اس کے ساتھیوں نے سمجھا کہ شاید ططیانوس اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان جھگڑا ہو گیا ہے وہ اندر جانا ہی چاہتے تھے کہ اُن کا ساتھی ططیانوس باہر آگیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنادیا اب یہ جیسے ہی باہر نکلا ططیانوس کے ساتھی یہ سمجھے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں انہوں نے اس کو سختی کے ساتھ پکڑ لیا یہ چلا چلا کر کہنے لگا اے لوگو! میں تمہارا ساتھی ططیانوس ہوں۔

مگر کسی نے اس کی ایک نہ سنی اور کہنے لگے اے عیسیٰ تم نے ہمارے ساتھی کو قتل کردیا ہے اور اب ہمیں دھوکہ دینا چاہتے ہو یہ کہہ کر اُسے سولی پر چڑھادیا۔

یہ خبر سنتے ہی سیدہ مریم اپنے نو مولود بیٹے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر بیت المقدس سے مصر کی طرف روانہ ہو گئیں۔

پھر تیرہ برس کا طویل عرصہ مصر ہی میں گزر گیا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی عمر بھی تیرہ برس ہو گئی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی جانب ہجرت کا حکم دیا۔

آپ حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے بیت المقدس کی جانب روانہ ہو گئے۔

اس زمانے میں بنی اسرائیل کے حالات بہت خراب ہو چکے تھے اُن میں طرح طرح کی اخلاقی بیماریاں پھیل چکی تھیں فرقہ واریت عام ہو چکی تھی۔

انبیاء کرام کو جو لوگ قتل تک کر دیتے ہوں اُن میں کون سی خوبی بھلا ہو سکتی ہے البتہ ان شریر لوگوں میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جس نے خود کو دین کے سپرد کر رکھا تھا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دین پر قائم تھے۔

جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک تیس برس کے قریب پہنچ گئی تو ان کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب انجیل عطا فرمائی اور حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دین کی طرف بلایئے تاکہ وہ ظلم و فساد اور فتنہ سے رک جائیں اور حق کو اختیار کر لیں۔

چنانچہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل کو حق کی دعوت دینی شروع کر دی انہیں سیدھے راستے کی طرف بلانا شروع کر دیا۔

آپ نے بنی اسرائیل سے کہا:

اے بنی اسرائیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے میں اس چیز کی تصدیق کرتا ہوں جو تورات سے پہلے تھی اور میں ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہو گا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو معجزات بھی عطا کیے تاکہ لوگ واضح نشانیاں دیکھنے کے بعد آپ پر ایمان لائیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت کریں۔ اگر آپ کسی بھی نابینا شخص کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تو اس کی آنکھیں واپس لوٹ آتیں۔

کوڑھی کے مریض جن کو ڈاکٹرز جواب دے دیتے وہ آپ کے پاس آتے اور شفا پاتے۔

تیسرا آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔

اور تو اور آپ مٹی کے پرندے بناتے اور اس پر پھونک مارتے تو وہ اُڑنے لگ جاتے۔

پھر آپ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے غیب کا علم بھی عطا کیا تھا۔

آپ بنی اسرائیل کو بتا دیتے کہ انہوں نے کیا کھایا ہے اور اپنے گھروں میں کون سی خوراک جمع کر رکھی ہے۔

اب جب اُسے سولی دے دی تو وہ یہودی بڑے پریشان ہوئے کہ اس کا چہرہ تو عیسیٰ علیہ السلام سے ملتا ہے مگر جسم اس کا ططیانوس کا ہے اور اگر یہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں تو ططیانوس کہاں ہے؟

اور اگر یہ ططیانوس ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں؟

عیسائی عرصہ دراز تک پریشان رہے یہ معاملہ اسلام نے حل کیا اور قرآن نے اس راز سے پردہ اُٹھایا۔

تو فہد بیٹا جس شخص کو سولی دی گئی تھی وہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ ططیانوس تھا۔

اب آپ کی سمجھ میں سارا واقعہ آگیا ہو گا کہ

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام، اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اور آپ کو اللہ نے زندہ آسمان پر اٹھالیا ہے۔

اور قیامت سے پہلے دجال سے مقابلے کیلئے لائے جائیں گے۔

اب آپ جاکر آرام کریں۔ آئندہ ہم آپ کو ایسی ہی اور دلچسپ قرآنی کہانیاں سنائیں گے۔

اللہ حافظ!

شب بخیر بابا!

قیمتی گائے

گئے دِنوں کی بات ہے بنی اسرائیل میں ایک نیک صالح بزرگ رہا کرتے تھے ان کا ایک ہی بیٹا تھا لیکن وہ ابھی کافی چھوٹا تھا کہ اُن کا آخری وقت قریب آگیا۔

اُن کے پاس بچھیا تھی اُنہوں نے اس بچھیا کو لیا اور جنگل میں چلے گئے اور جنگل میں جا کر یہ کہہ کر بچھیا کو چھوڑ دیا کہ اے اللہ! یہ بچھیا تیرے پاس امانت ہے اور میرا بیٹا ابھی کمسن ہے جب وہ بڑا ہو جائے تو یہ بچھیا اس کو مل جائے۔

بچھیا کو جنگل میں چھوڑ کر آنے کے بعد وہ بزرگ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور چند ہی دِنوں میں ان کی وفات ہو گئی۔

ادھر کچھ سالوں کے بعد اُن کا بیٹا بھی جوان ہو گیا یہ نہایت نیک اور صالح نوجوان تھا اور اپنی والدہ کا کہنا بھی سنتا تھا انتہائی فرمانبردار اور دوسروں کے کام آنے والا نوجوان تھا۔

اُس نیک نوجوان نے اپنی رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا:۔

رات کے ایک حصے میں یہ نوجوان سوتا تھا،

دوسرے حصے میں یہ نوجوان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرتا تھا،

اور رات کے تیسرے حصے میں اپنی والدہ کی خدمت کیا کرتا تھا۔

دِن کے وقت یہ نوجوان جنگل میں نکل جاتا سارا دن لکڑیاں کاٹتا اور شام کو ان لکڑیوں کو بازار میں فروخت کر دیتا اور ان لکڑیوں سے جو رقم حاصل ہوتی اس رقم کے بھی تین حصے کیا کرتا تھا:۔

ایک حصہ غریبوں میں تقسیم کرتا،

دوسرا حصہ اپنی والدہ کو دیتا،

اور تیسرا حصہ اپنی ذات پر خرچ کرتا۔

ماں اپنے بیٹے سے بہت خوش تھی۔

ایک دن اس کی والدہ نے اس کو اپنے پاس بلایا اور کہا۔

میرے پیارے بیٹے!

تمہارے والد نہایت نیک اور صالح مسلمان تھے انہوں نے مرنے سے قبل فلاں جنگل میں ایک گائے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی امانت میں سونپ دی تھی۔

اب تم اس جنگل میں جاؤ اور یوں دعا مانگو اے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیّدنا اسمٰعیل علیہ السلام اور سیّدنا اسحاق علیہ السلام کے خدا! میرے باپ نے جو امانت تجھے سونپی تھی وہ مجھے واپس دے دے۔

لڑکے نے اپنی والدہ سے پوچھا امی جان!

اس گائے کی نشانی کیا ہے؟

اس کی والدہ نے کہا بیٹا اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ پیلے رنگ کی ہو گی اور اس کی کھال اس طرح چمک رہی ہو گی جیسے سورج کی کرنیں اس میں سے نکل رہی ہوں۔

وہ نوجوان والدہ کی ہدایت کے مطابق اس جنگل میں گیا اور اس نے وہاں جا کر دعا مانگی:۔

اے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیّدنا اسمٰعیل علیہ السلام اور سیّدنا اسحاق علیہ السلام کے خدا! میرے باپ نے جو امانت تجھے سونپی تھی وہ مجھے واپس دے دے۔

فوراً ہی وہ گائے دوڑتی ہوئی آ کر اس کے پاس کھڑی ہو گئی۔

نوجوان نے اس گائے کو پکڑا اور پکڑ کر گھر لے آیا۔

اس کی ماں نے کہا بیٹا! اس گائے کو بازار میں لے جا کر تین دینار میں فروخت کر دو لیکن بیچنے سے پہلے مجھ سے مشورہ ضرور کرنا میرے مشورے کے بغیر نہیں بیچنا۔

پیارے بچو!

یہ پرانے زمانے کی بات ہے اس زمانے میں بازار میں گائے تین دینار ہی میں فروخت ہوتی تھیں۔

بہر حال یہ نوجوان اس گائے کو منڈی میں لے گیا اور ایک جگہ اس گائے کی رسی پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اتنے میں ایک گاہک اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بھائی کیا گائے بیچو گے؟

اس نوجوان نے کہا جی ہاں!

اس نے پوچھا کتنے میں بیچو گے؟

نوجوان نے کہا تین دینار میں مگر اپنی والدہ سے مشورے کے بعد۔

اس گاہک نے کہا اس گائے کی قیمت 6 دینار لے لو مگر اپنی والدہ سے مشورہ نہیں کرو مجھے ابھی فوراً بیچ دو۔

نوجوان نے کہا اے اجنبی! تم مجھے اس گائے کی خواہ کتنی ہی قیمت کیوں نہ دو میں والدہ کے مشورے کے بغیر ہرگز نہیں بیچوں گا۔

اس کے بعد لڑکے نے منڈی سے گھر آ کر سارا ماجرا اپنی والدہ کو سنایا۔

اس نوجوان کی والدہ نے کہا کہ مجھے یہ گاہک کوئی فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔

تو بیٹا! تم اس سے مشورہ کرو کہ ہم اس گائے کو ابھی فروخت کریں یا نہ کریں؟

نوجوان واپس منڈی آیا اور اس نے اس گاہک سے کہا کہ میری والدہ نے پوچھا ہے کہ آیا ہم ابھی اس گائے کو فروخت کریں یا نہ کریں؟

فرشتے نے کہا کہ تم ابھی اس گائے کو فروخت نہیں کرو عنقریب اس گائے کو موسیٰ علیہ السلام کے لوگ خریدیں گے اور تم اس کی قیمت گائے کی کھال بھر کے سونا طلب کرنا تو وہ لوگ تم کو اتنی ہی قیمت دے کر یہ گائے خریدیں گے۔

دوسری طرف بنی اسرائیل میں عجیب واقعہ رونما ہو چکا تھا۔

بنی اسرائیل میں ایک امیر شخص رہا کرتا تھا جس کا نام عامیل تھا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو بڑی دولت سے نوازا تھا اس کا بھتیجا اس انتظار میں تھا کب چچا مرے اور وہ اس کے وارث بن کر اس کی دولت حاصل کرلے ایک دن اس نے کہا کہ کون اتنا انتظار کرے کیوں نہ اپنے چچا کو خود ہی ٹھکانے لگا دیں دولت کے لالچ میں آکر اس نے اپنے چچا کو قتل کر ڈالا اور اس کی لاش کو راتوں رات ایک ویرانے میں پھینک آئے۔

دوسرے دن عامیل کی لاش دیکھ کر شدید خوف وہراس پیدا ہو گیا۔

لوگ پریشان ہوگئے کہ عامیل کو کس نے قتل کیا ہے؟

جب عامیل کے بھتیجے نے دیکھا کہ اس کے چچا کی لاش مل گئی ہے تو اس نے بھی جھوٹ موٹ کا رونا شروع کر دیا۔

کبھی سر پیٹتا، کبھی ماتم کرتا اور کہتا کہ میرے پیارے چچا کو کس نے قتل کیا ہے؟

یہ کبھی کسی پر الزام عائد کرتے اور کبھی کسی پر اور یوں لڑائی جھگڑا بڑھ گیا۔

کسی نے کہا کہ تم آپس میں کیوں لڑتے ہو؟

اللہ کے نبی سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ انہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے علم غیب عطا کیا ہے وہ تمہیں بتا دیں گے کہ تمہارے چچا کو کس نے قتل کیا ہے؟

چنانچہ یہ نہ چاہتے ہوئے بھی سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے:۔

اے موسیٰ! ہمیں بتایئے کہ ہمارے چچا کو کس نے قتل کیا ہے؟

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ تم ایک گائے ذبح کرو اور اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا اس مرنے والے پر مارو وہ لاش خود بتا دے گی کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے؟

وہ کہنے لگے:۔

قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ (پ ا۔ سورہ بقرہ: ٦٧)

وہ بولے کہ کیا آپ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:۔

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (پ ا۔ سورہ بقرہ: ٦٧)

آپ نے کہا میں پناہ مانگتا ہوں خدا سے کہ میں شامل ہو جاؤں جاہلوں کے گروہ سے۔

حکم خداوندی بتاتے وقت مذاق کرنا تو جاہلوں کا شیوہ ہے اور نبی کا مقام و مرتبہ تو بہت بلند و بالا ہوتا ہے لہٰذا ان سے اس قسم کے مذاق کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اور مردے زندہ ہوگئے

یہ اس زمانے کی بات ہے جب بنی اسرائیل میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تیسرے خلیفہ سیدنا حزقیل علیہ السلام تبلیغ کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔

ہوا یہ کہ بنی اسرائیل کی ایک بستی میں طاعون کی بیماری پھیل گئی اور لوگ کثرت سے مرنے لگے تو کچھ لوگ جو مالدار تھے انہوں نے اس بستی سے ہجرت کرلی اور دوسری جگہ پر جاکر رہنے لگے۔

جب طاعون کا مرض ختم ہوگیا تو یہ تمام لوگ واپس آگئے اور پھر سے بستی میں رہنے لگے۔

اب بستی میں جو لوگ آباد تھے ان میں سے کچھ مرگئے اور کچھ بچ گئے جو لوگ باقی رہ گئے تھے انہوں نے کہا کہ اگر اگلی دفعہ بھی طاعون آیا تو ہم لوگ بھی ان کے ساتھ ہجرت کرجائیں گے۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ آئندہ سال پھر طاعون کے مرض نے اس بستی کو گھیر لیا۔

اب یہ تمام افراد کہنے لگے کہ ہم سب کو یہ بستی چھوڑ دینی چاہیے اور موت کے خوف سے وہ لوگ اس بستی سے نکل گئے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ان کی یہ بات پسند نہیں آئی چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک عذاب کے فرشتے کو اس جگہ بھیجا جس وادی میں یہ لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔

اس فرشتے نے ایک زوردار چیخ کے ساتھ کہا: "موتو" یعنی تم سب مرجاؤ اس مہیب اور بھیانک چیخ کو سن کر سب کے سب بغیر کسی بیماری کے مرگئے۔

ان کی تعداد بھی کافی زیادہ تھی ایک روایت ہے کہ ان کی تعداد ستر ہزار تھی۔

غرض یہ کہ اتنے سارے افراد کی لاشوں سے تعفن اٹھنے لگا لہٰذا اس وادی کے آس پاس جو لوگ رہا کرتے تھے وہ پریشان ہوگئے کہ یہ بدبو کہاں سے آرہی ہے؟

جب بدبو کا سراغ لگایا تو معلوم ہوا کہ یہ تو عذابِ الٰہی سے مرچکے ہیں۔

اتنے سارے افراد کو دفن کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔

لہٰذا ان لوگوں نے چاروں طرف ایک دیوار اٹھادی تاکہ ان کی لاشوں کو جنگلی جانور نہ کھائیں۔

وہ لوگ کیونکہ خود بھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ قاتل کا پتا لگے کہنے لگے کہ یہ بتایئے گائے کیسی ہو؟

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ گائے ایسی ہو جو نہ بالکل بوڑھی ہو اور نہ بالکل چھوٹی بلکہ درمیانی عمر کی ہو۔

اب یہ پھر کہنے لگے آپ اپنے رب سے یہ بھی معلوم کرکے بتایئے کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہو؟

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی گائے ہوں جو خوب گہرے پیلے رنگ کی ہو اور دیکھنے والے کو اچھی لگے۔

پھر کہنے لگے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہ آپ اپنے ربّ سے کہیں کہ صاف صاف بتائے کہ ہمارے لیے گائے کیسی ہونی چاہیے؟ کیونکہ گائے مشتبہ ہو گئی ہے ہم پر اور اللہ نے چاہا تو ہم گائے کو ضرور ڈھونڈھ لیں گے۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے وہ گائے ایسی ہو جس سے خدمت نہیں لی گئی ہو کہ ہل چلائے زمین میں اور نہ پانی دے کھیتوں کو بے عیب ہو بے داغ ہو۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے گائے کی تمام خصوصیات بیان کردیں اور کوئی سوال ایسا باقی نہیں بچا جو یہ پوچھتے تو عاجز آکر سیّدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے۔

اب لائے آپ صحیح بات۔

پھر یہ لوگ گائے کی منڈی چلے گئے تاکہ وہ گائے خرید سکیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بتائی ہے اور منڈی میں وہی نوجوان اپنی گائے لیے کھڑا ہوا تھا اس سے جب انہوں نے قیمت پوچھی تو اس نوجوان نے وہی قیمت بتائی جو فرشتے نے اسے بتائی تھی کہ اس کی کھال کے برابر سونا دو گے تو بیچوں گا۔

یہ لوگ واپس موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ایسی گائے تو ہمیں مل گئی ہے لیکن وہ نوجوان اس کی قیمت بہت زیادہ طلب کر رہا ہے۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے خود اپنے اوپر یہ سختی کی ہے اب اس کی منہ مانگی قیمت دو۔

یعنی تم نے خواہ مخواہ سوالات کیے کہ گائے کیسی ہو؟ اس کا رنگ کیسا ہو؟ اس نے ہل چلایا ہو یا نہ چلایا ہو؟ وغیرہ وغیرہ۔

اب جب تم یہ حجت اور بحث کر چکے ہو، تو یہ سختی تو تم نے اپنے آپ پر خود کی ہے لہٰذا اس کی منہ مانگی قیمت دو۔

لہٰذا انہوں نے اس گائے کی کھال کے برابر سونا دے کر وہ گائے خرید لی اور اس کو ذبح کیا۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس گائے کے گوشت کا ٹکڑا اس مقتول کو مارو تو یہ خود بتا دے گا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے۔

جب اس گائے کے گوشت کا ٹکڑا اس مقتول کو مارا گیا تو وہ لاش زندہ ہو گئی اور اس نے اپنے قاتل کا بتا دیا کہ مجھے میرے بھتیجے نے جائیداد کے لالچ میں قتل کیا ہے۔ اور پھر وہ دوبارہ مر گیا۔

قاتل وہ ہی تھا جس نے قاتل کی گرفتاری کا مطالبہ کیا تھا لہٰذا اس کو اس کے جرم کی پاداش میں قتل کر دیا گیا۔

کچھ عرصے کے بعد سیدنا حزقیل علیہ السلام کا گزر اس وادی کے پاس سے ہوا تو اپنی قوم کے ستر ہزار افراد کی بے گور و کفن لاشوں کو دیکھ کر رنجیدہ ہو گئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ

اے اللہ! یہ میری قوم کے افراد تھے جو اپنی نادانی سے یہ غلطی کر بیٹھے کہ موت کے ڈر سے شہر چھوڑ کر جنگل میں آ گئے یہ سب میرے شہر کے باشندے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وحی فرمائی کہ

اے حزقیل آپ ان ہڈیوں سے فرما دیجئے کہ اے ہڈیو! بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم اِکھٹی ہو جاؤ یہ سن کر بکھری ہوئی ہڈیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور تمام ہڈیوں نے جڑ کر ڈھانچہ کی شکل اختیار کر لی اور ستر ہزار افراد کے ڈھانچے کھڑے ہو گئے۔

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وحی فرمائی:۔

اے حزقیل آپ ان ڈھانچوں سے کہہ دیجئے کہ اے ڈھانچو! تم کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ حکم دیتا ہے کہ گوشت پہن لو۔

یہ سنتے ہی تمام ڈھانچوں پر گوشت پوست چڑھ گیا۔

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وحی فرمائی کہ

اے حزقیل اب ان سے کہو کہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر کھڑے ہو جاؤ۔

چنانچہ جیسے ہی آپ نے فرمایا تمام لوگ زندہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور سب کی زبانوں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد و ثناء کے نغمے جاری تھے۔

پھر یہ سب لوگ اس وادی سے نکل کر واپس اپنے شہر میں آکر آباد ہوگئے اور اپنی طبعی عمر تک جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کیلئے لکھ دی تھی زندہ رہے۔

لیکن ان لوگوں پر اس موت سے ایک اتنا نشان باقی رہ گیا کہ ان کی اولاد کے جسموں سے بدبو آتی تھی اور یہ لوگ جو بھی کپڑا پہنتے وہ کفن کی صورت میں ہو جایا کرتا تھا۔

قرآن کریم نے اس واقعے کو یوں بیان فرمایا:۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۣ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ (پ ا۔ سورہ بقرہ: ۲۴۳)

اے محبوب کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں موت کے ڈر سے نکل بھاگے تھے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان سے فرمادیا کہ تم سب مرجاؤ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں زندہ فرمادیا بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

بارہ ہزار یہودی بندر بن گئے

سیّدنا داؤد علیہ السلام کی قوم کے ستر ہزار افراد سمندر کے کنارے ایلہ نامی بستی میں رہا کرتے تھے۔

ان لوگوں کو اللہ سبحانہ وتعالٰی نے اپنی ہر نعمت سے نوازا تھا لیکن جیسے ہی راحت وسکون آیا تو وہ اللہ سبحانہ وتعالٰی کی یاد سے بھی غافل ہو گئے اور اللہ سبحانہ وتعالٰی کے احکامات کو پس پشت ڈالنے لگے۔

ہوا یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالٰی نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ ہفتہ کے دن شکار نہ کیا کریں اتوار سے لے کر جمعہ تک جتنا چاہو شکار کرو مگر ہفتہ کے دن نہیں کرنا۔

اب اللہ سبحانہ وتعالٰی نے ان کا امتحان لیا۔

ہوتا یہ کہ یہ لوگ اتوار سے لے کر جمعہ تک شکار کیلئے نکلتے لیکن ان کے ہاتھ شکار معمول سے بہت ہی کم نہ ہونے کے برابر ہاتھ آتا اور ہفتہ کے دن جب یہ سمندر کے کنارے جاتے تو دیکھتے کہ آج تو بڑی بڑی مچھلیاں سمندر کے اوپر تیر رہی ہیں اور ان مچھلیوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی۔

قرآن کریم نے اس واقعے کو یوں بیان فرمایا:۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ (پ۹۔ سورہ اعراف: ۷)

اور پوچھو ان سے حال اس بستی کا جو آباد تھی ساحل سمندر پر جب کہ وہ حد سے بڑھنے لگے ہفتہ (کے حکم کے بارے) میں، جب آیا کرتیں ان کے پاس ان کی مچھلیاں ان کے ہفتہ کے دن پانی پر تیرتی ہوئی اور جو دن ہفتہ کا نہ ہوتا تو وہ نہ آتیں ان کے پاس (اس طرح بے دھڑک) ہم نے آزمائش میں ڈالا انہیں بہ سبب اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔

اسی طرح معاملہ چلتا رہا کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں زیادہ ہوتیں اور پھر غروب آفتاب کے وقت آئندہ ہفتہ تک کیلئے غائب ہو جاتیں یعنی کم ہو جاتیں۔

اسی بستی میں ایک شخص کو شیطان نے ورغلایا کہ تم پریشان کیوں ہوتے ہو میں تمہیں ایک حیلہ بتا دیتا ہوں تم ایسا کر لیا کرنا ہفتہ کی حرمت بھی قائم رہے گی اور تمہیں مچھلی بھی مل جائے گی۔

شیطان نے اس کو ساری ترکیب بتا دی۔

اب جب ہفتہ کا دن آیا تو اس نے شیطان کی بتائی ہوئی ترکیب پر عمل شروع کردیا شکار کا سامان لے کر یہ شخص سمندر کے کنارے چلا گیا اور اس نے کانٹا لگا کر ڈوری سمندر میں ڈال دی ہفتہ کے دن مچھلی اس ڈور میں پھنس گئی اس شخص نے ہفتہ کے دن تو اسے نہیں نکالا لیکن جیسے ہی اگلے دن اتوار آیا تو اس نے وہ مچھلی جو اس کی ڈور میں پھنسی ہوئی تھی نکال لی اور گھر لا کر بھون کر کھانے لگا۔

جب آس پڑوس کے لوگوں نے مچھلی کی خوشبو سونگھی تو سب لوگ اس کے پاس آگئے اور پوچھنے لگے کہ بھئی تمہارے پاس مچھلی کہاں سے آئی؟ اس نے کہا کہ میں یہ مچھلی آج اتوار والے دن پکڑی ہے خیر لوگ چلے گئے۔

اگلے ہفتے کو اس شخص نے پھر وہی حیلہ کیا جو اسے شیطان نے سکھایا تھا جب مچھلی کی خوشبو اس پاس کے پڑوسیوں کے گھروں تک پہنچی تو وہ تمام لوگ پھر آگئے اور کہنے لگے کہ ہم تو پورا سمند اتوار کو چھان مارتے ہیں ہمارے ہاتھ تو ایک بھی مچھلی نہیں آتی تمہیں یہ کہاں سے مل جاتی ہے؟

اس نے ان لوگوں کو بھی وہ حیلہ سکھا دیا کہ کس طرح اس نے مچھلی کا شکار کیا ہے۔

چنانچہ وہ بھی اسی طرح کرنے لگے بلکہ بعض نے تو اس کیلئے بڑی منصوبہ بندی کر ڈالی اور وہ یہ کہ انہوں نے سمندر سے نالیاں نکال کر خشکی میں چھوٹے چھوٹے تالاب بنا دیئے اب جب ہفتے کے دن مچھلیاں سمندر میں آتیں تو وہ نالیوں کے ذریعے تالاب میں بھی آجاتیں جب وہ تالاب میں آجاتیں تو یہ تالاب کے منہ بند کر دیتے اور اس طرح وہ مچھلیاں واپس سمندر میں نہیں جا پاتیں بلکہ تالاب میں پھنس جاتیں اور یہ لوگ اتوار کو ان مچھلیوں کو پکڑ لیتے اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ ہفتہ کے دن ہی تو شکار ہوا جو اُن کیلئے حرام تھا۔

اس بستی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرنے والے مسلمان بھی موجود تھے انہوں نے انہیں سمجھایا یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اور کیوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہو؟

لیکن وہ اس بات پر مصر رہے کہ یہ مولویت ہم کو مت دکھاؤ ہم ہفتہ کے دن کب شکار کر رہے ہیں؟ ہم تو اتوار کے دن ہی شکار کر رہے ہیں۔

اس بستی میں ان کے تین گروہ ہو گئے:۔

ایک گروہ تو وہ جو اُن لوگوں کو حق بات کی نصیحت کرتا،

دوسرا گروہ وہ جو اُن کو برا جانتا،

تیسرا گروہ وہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی کھلے عام کرتا اور حیلے بہانے کرتا۔

پہلے گروہ نے انہیں بہت سمجھایا کہ ایسا نہیں کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ پچھلی اقوام کی طرح اس نافرمانی کی وجہ سے تمہیں زمین میں دھنسا دیا جائے یا پھر آسمان سے تم پر پتھروں کی بارش ہو یا پھر کسی اور شکل میں تم پر عذاب آئے۔

جب وہ باز نہیں آئے تو ان کے نیک اور صالح لوگوں نے کہا کہ ہم نافرمانوں سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے لہٰذا انہوں نے بستی کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا اور درمیان میں ایک دیوار بنالی اور اپنے آنے جانے کا راستہ بھی تبدیل کر لیا۔

دوسرے دن سب لوگ صبح صبح جب کام پر نکلنے لگے تو دیکھا کہ دیوار کی دوسری طرف سے کوئی آواز نہیں آرہی ہے تو انہیں دیکھنے کیلئے کچھ لوگ دیوار پر چڑھ گئے۔

دوسری طرف انہوں نے عجیب منظر دیکھا کہ وہ سب کے سب بندر بن گئے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی صورتوں کو مسخ کر دیا ہے اب باقی لوگ بھی دیوار کی اس طرف ان مجرموں کو دیکھنے کیلئے چلے گئے تو وہ بندر اپنے رشتہ داروں کو پہچانتے تھے اور ان کے کپڑوں کو سونگھتے تھے اور زاروقطار روتے تھے مگر لوگ ان بندروں کو نہیں پہچان پارہے تھے۔

بندر بن جانے والوں کی تعداد بارہ ہزار تھی یہ سب تین دن تک زندہ رہے اور ان تین دنوں میں وہ نہ کچھ کھا سکے اور نہ کچھ پی سکے اور یوں ہی بھوکے پیاسے ہلاک ہو گئے۔

ہاں وہ گروہ جو حق کی تلقین کرتا تھا اور وہ جو ان کو بُرا جان کر ان سے علیحدہ ہو گیا تھا وہ دونوں گروہ بچ گئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان دونوں گروہ کو ہلاکت سے بچالیا۔

قرآن کریم نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے:۔

وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَـِٔيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ۝

اور جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے تم کیوں نصیحت کرتے ہو اس قوم کو، اللہ جنہیں ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں عذاب دینے والا ہے سخت عذاب۔ انہوں نے کہا تاکہ معذرت پیش کر سکیں تمہارے رب کے دربار میں (کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا) اور شاید ڈرنے لگیں اور پھر جب انہوں نے فراموش کر دی جو انہیں نصیحت کی گئی تھی (تو) ہم نے نجات دے دی انہیں جو روکتے تھے برائی سے اور پکڑ لیا ہم نے ان کو جنہوں نے ظلم کیا بڑے عذاب سے بوجہ اس کے کہ وہ نافرمانیاں کیا کرتے تھے پھر جب انہوں نے سرکشی کی جس سے وہ روکے گئے تھے ہم نے حکم دیا انہیں کہ بن جاؤ ذلیل بندر۔ (پ۹۔ سورہ اعراف: ۱۶۴۔۱۶۶)

پیارے بچو!

ہمیں بھی ایک دوسرے کو نیک بات کی تلقین کرتے رہنا چاہئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرنا چاہئے اور ہر وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے توبہ کرتے رہنا چاہئے۔

سو سال کی نیند

ابراہیم کیا کر رہے ہو بیٹا! ادھر آؤ۔

جی بابا جان! ابراہیم نے فرمانبرداری سے جواب دیا آج جمعہ کی نماز کے بعد ہم سب بچوں کو سیّدنا عزیر علیہ السلام کا قصہ سنائیں گے لہٰذا سب بچوں کو بتادو۔

ابراہیم تو یہ سن کر بہت خوش ہوا جلدی جلدی اس نے یہ اطلاع اپنے بہن بھائیوں اور کزن کو فراہم کر دی جو گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے ان کے گھر آئے ہوئے تھے۔

جمعہ کی نماز کے بعد تمام بچے عاتکہ، نازیہ، شمائلہ، دانش، محسن اور افتخار ڈرائینگ روم میں جمع ہو گئے۔

جی بابا جان! آپ نے کہا تھا نا کہ جمعہ کی نماز کے بعد آپ ہمیں سیّدنا عزیر علیہ السلام کا قصہ سنائیں گے۔ ابراہیم نے بے تابی سے کہا۔

ہاں بیٹا بالکل سنائیں گے۔

ہاں تو بچو! یہ اس زمانے کی بات ہے جب بنی اسرائیل کی بداعمالیاں بڑھ چکی تھیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی عام ہو چکی تھی جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر بخت نصر جیسا ظالم اور کافر بادشاہ مسلط کر دیا۔

یہ بخت نصر کون تھا بابا جان! ابراہیم نے تجسس سے پوچھا۔

بیٹا یہ بخت نصر قوم عمالقہ کا بادشاہ تھا قوم عمالقہ بتوں کی پوجا کیا کرتی تھی ان کا ایک بہت بڑا بُت تھا اس کا نام نصر تھا یہ اس کی بھی پوجا کیا کرتے تھے اور ان کا معمول تھا کہ یہ روزانہ نصر نامی بت کے پاس پہنچ کر اس کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے ایک دن جب یہ اس بت کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ایک لاوارث بچہ اس بت کے پاس لیٹا ہوا ہے۔

اب اس بچے کا کوئی اتا پتا تو تھا نہیں کس کا بچہ ہے نہ اس کے باپ کا نام معلوم تھا اور نہ یہ معلوم تھا کہ اس کی ماں کون ہے؟

اس لیے لوگوں نے اس کا نام بخت نصر یعنی "نصر کا بیٹا" رکھ دیا بڑے ہو کر یہ لڑکا بڑا ظالم وسفاک بادشاہ بنا۔

تو بچو!

میں بتا رہا تھا کہ جب بنی اسرائیل کی بداعمالیاں بہت زیادہ بڑھ گئیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر بخت نصر جیسے ظالم اور کافر بادشاہ کو ان پر مسلط کر دیا اور ہوا یہ کہ بخت نصر نے اپنی چھ لاکھ کی فوج کو لیا اور بیت المقدس پر حملہ کر دیا۔

اور شہر کے ایک لاکھ افراد کو قتل کر ڈالا۔

ایک لاکھ افراد کو ملک شام میں ادھر ادھر بکھیر دیا۔

اور ایک لاکھ افراد کو قید کر کے اپنے ساتھ لے گیا اور بیت المقدس کو مکمل ویران کر ڈالا۔

ان قیدیوں میں سیّدنا عزیر علیہ السلام اور حضرت دانیال علیہ السلام بھی شامل تھے۔ حضرت دانیال علیہ السلام اس وقت کمسن تھے۔

کچھ عرصے کے بعد سیّدنا عزیر علیہ السلام بخت نصر کی قید سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور ایک گدھے پر سوار ہو کر اپنے شہر بیت المقدس میں داخل ہوئے۔

شہر کی ویرانی اور بربادی کو دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

شہر کے چاروں طرف چکر لگایا لیکن انہیں وہاں کوئی بھی انسان نہیں دکھائی دیا

ہاں! اور یہ دیکھا کہ وہاں جو درخت لگے ہوئے ہیں ان پر پھل آئے ہوئے ہیں مگر ان پھلوں کو کوئی توڑنے والا نہیں ہے۔

یہ منظر دیکھ کر آپ نے نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ فرمایا:

اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ (پ۳۔ سورہ بقرہ: ۲۵۹)

کیسے زندہ فرمائے گا ایسی ویرانی و بربادی کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں کیسے آباد کرے گا۔

پھر آپ نے کچھ پھلوں کو توڑ کر تناول فرمایا اور انگوروں کو نچوڑ کر اس کا شیرہ نوش فرمایا پھر بچے ہوئے پھلوں کو اپنے تھیلے میں ڈال لیا اور بچے ہوئے انگور کے شیرہ کو اپنے مشکیزے میں ڈال لیا اور اپنے گدھے کو قریب ہی ایک درخت میں ایک رسی سے باندھ دیا۔

اس کے بعد ایک درخت کے نیچے لیٹ کر کے سو گئے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو درندوں پرندوں، چرندوں اور جن وانس سب کی نگاہوں سے اُوجھل کر دیا کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ سکے۔

یہاں تک کہ ستر برس کا عرصہ گزر گیا اور ایک اور بادشاہ جس کا تعلق ملک فارس سے تھا وہ اپنے لشکر کے ساتھ اس ویرانے میں داخل ہوا اور ان تمام لوگوں کو جن کو بخت نصر نے تتر بتر کر دیا تھا یہاں لا کر دوبارہ بسا دیا اور اس طرح وہ بنی اسرائیل جو تتر بتر ہو کر اِدھر اُدھر بکھر چکے تھے واپس آ کر اپنے محلوں کو آباد کرنے لگے۔

اور ان لوگوں نے نئی عمارتیں تعمیر کیں نئے باغات لگائے اور شہر کو پہلے کے مقابلے میں خوبصورت اور بارونق بنا دیا جب سیّدنا عزیر علیہ السلام کی وفات کو پورے سو سال گزر گئے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی شانِ کریمی سے دوبارہ زندہ فرما دیا۔

کیا سو برس کے بعد زندہ فرمایا؟ تمام بچوں نے حیرت سے کہا۔

جی ہاں! پھر سیّدنا عزیر علیہ السلام نے دیکھا کہ آپ کا گدھا مر چکا ہے اور اس کی ہڈیاں گل سڑ کر اِدھر اُدھر بکھر چکی ہیں۔

لیکن وہ پھل اور شیرہ جو سیّدنا عزیر علیہ السلام کے سامنے رکھا ہوا تھا وہ خراب ہونے سے محفوظ رہا نہ اس کے اندر کوئی بو پیدا ہوئی اور نہ ہی وہ خراب ہوا۔

پھر آپ نے دیکھا کہ آپ کے سر اور داڑھی کے بال بھی سیاہ ہی ہیں اور آپ کی عمر وہی چالیس برس ہے۔

ابھی آپ اسی حیرت میں مبتلا سوچ بچار کر رہے تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ سے دریافت فرمایا۔

اے عزیر! تم کتنے دِنوں تک سوتے رہے؟

سیّدنا عزیر علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ میں صبح کے وقت سویا تھا اور اب عصر کا وقت ہو رہا ہے کہنے لگے۔

میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ سویا ہوں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ

نہیں اے عزیر! تم پورے سو برس یہاں ٹھہرے رہے ہو۔

اب تم ذرا ہماری قدرت کا نظارہ دیکھو اور اپنے گدھے پر نگاہ ڈالو اس کی ہڈیاں گل سڑ کر بکھر چکی ہیں اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں پر نظر ڈالو کہ ان میں کوئی خرابی اور بگاڑ پیدا نہیں ہوا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ

اے عزیر! اب تم دیکھو کہ کس طرح ہم ان ہڈیوں کو اُٹھا کر ان پر گوشت پوست چڑھا کر اس گدھے کو زندہ کرتے ہیں

چنانچہ سیدنا عزیر علیہ السلام نے دیکھا کہ اچانک بکھری ہوئی ہڈیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور ایک دم تمام ہڈیاں جمع ہو کر اپنے اپنے جوڑ سے مل گئیں اور اس طرح گدھے کا ڈھانچہ بن گیا اور تھوڑی ہی دیر میں اس پر گوشت آگیا اور کھال بھی چڑھا دی گئی اور گدھا زندہ ہو کر اپنی بولی بولنے لگا۔

یہ دیکھ کر سیدنا عزیر علیہ السلام نے بلند آواز سے فرمایا:

قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (پ ۳۔ سورہ بقرہ: ۲۵۹)

تو کہا میں جانتا ہوں بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

بچو! آپ نے اس واقعہ میں ایک بات نوٹ کی کہ جو شئے نبی سے قریب تھی وہ باقی رہ گئی اور گدھا جو دور تھا وہ فنا ہو گیا۔

تو بس بچو!

اللہ کے نبی نے جو فرمادیا جو حکم دے دیا وہ حق ہے وہ سچ ہے بس اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ رہنا تاکہ تم ہمیشہ باقی رہو اور اگر پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ دیا تو فنا ہو جاؤ گے۔

جی بابا جان! تمام بچوں نے ایک ساتھ کہا ہم اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا پٹہ ہمیشہ اپنے گلوں میں ڈالے رکھیں گے ان شاء اللہ۔

پھر کیا ہوا بابا جان!

ہاں پھر سیدنا عزیر علیہ السلام شہر کا دورہ فرماتے اور اس جگہ پہنچ گئے جہاں ایک سو برس پہلے آپ کا مکان موجود تھا۔

وہاں آپ کو کسی نے بھی نہیں پہچانا۔

ہاں آپ نے وہاں ایک بوڑھی عورت کو دیکھا اور اس سے پوچھا، کیا عزیر کا مکان یہی ہے؟

یہ عورت کافی ضعیف ہو چکی تھی اور اس نے اپنے بچپن میں سیدنا عزیر علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

اس نے حیرت سے سر اُٹھایا اور دل میں کہنے لگی بھلا سو برس کے بعد عزیر کا پوچھنے والا یہاں کون آگیا؟

اُس بڑھیا نے کہا ہاں یہ عزیر ہی کا مکان ہے؟

مگر یہ سو ''' برس کے بعد اُن کو پوچھنے والا کون آ گیا؟

اُن کو تو لاپتا ہوئے پورے سو برس ہو چکے ہیں وہ بالکل لاپتا ہو چکے ہیں۔

یہ کہہ کر بڑھیا کو وہ ساری تباہی و بربادی یاد آ گئی اور بخت نصر نے جو اُن پر مظالم ڈھائے تھے اور وہ سیّدنا عزیر علیہ السلام کو یاد کر کے رونے لگی۔

تو آپ نے فرمایا، اے بڑی بی میں ہی عزیر ہوں۔

تو بڑھیا نے کہا واہ بھئی واہ! سبحان اللہ آپ عزیر بھلا کیسے ہو سکتے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے اپنی قدرت کاملہ سے سو سال تک نیند کی حالات میں رکھا اور سو برس کے بعد دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور میں پھر اپنے گھر آ گیا ہوں۔

تو بڑھیا نے کہا کہ

سیّدنا عزیر علیہ السلام تو بہت باکمال تھے اور ان کی ہر دعا مقبول ہوتی تھی۔

اگر آپ عزیر ہو تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ میری بینائی لوٹا دے اور میرے فالج کے اثر کو ختم کر کے مجھے شفا عطا فرما دے۔

سیّدنا عزیر علیہ السلام نے دعا فرمائی تو اس بوڑھی عورت کی آنکھیں بھی روشن ہو گئیں اور فالج کا اثر بھی ختم ہو گیا۔

پھر اس بوڑھی عورت نے غور سے دیکھا تو اس نے آپ کو پہچان لیا اور وہ کہنے لگی کہ

میں شہادت دیتی ہوں آپ یقیناً حضرت عزیر ہی ہیں۔

پھر وہ بڑھیا آپ کو لے کر بنی اسرائیل کے ایک محلے میں گئی اتفاق سے وہاں وہ سارے لوگ ایک ہی مجلس میں جمع تھے اور اسی مجلس میں آپ کا بیٹا بھی موجود تھا جو ایک سو اٹھارہ برس کا ہو چکا تھا اور آپ کے چند پوتے بھی اس مجلس میں موجود تھے جو سب بوڑھے ہو چکے تھے۔

بڑھیا نے سب کے سامنے شہادت دی کہ یہ سیّدنا عزیر علیہ السلام ہی ہیں اور چونکہ سیّدنا عزیر علیہ السلام کی ہر دعا مقبول ہوتی ہے اور دیکھ لو! ان کی دعا سے میری بیماری بھی ختم ہو گئی اور بینائی بھی لوٹ آئی ہے۔

لوگوں نے جب بڑھیا کو دیکھا تو حیرت تو انہیں بھی ہوئی۔

اتنے میں ان کے ایک لڑکے نے کہا کہ میرے باپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک کالے رنگ کا مسہ موجود تھا جو چاند کی شکل کا تھا چنانچہ آپ نے اپنا کرتا اُتار کر دکھایا تو وہ مسہ موجود تھا پھر لوگوں نے کہا کہ سیّدنا عزیر علیہ السلام کو پوری توریت زبانی یاد تھی اگر آپ عزیر ہیں تو زبانی توریت سنایئے۔

سیّدنا عزیر علیہ السلام نے بغیر کسی جھجک کے فوراً پوری توریت زبانی سنادی۔

لیکن وہ لوگ ابھی بھی حیران و پریشان ہی تھے کیونکہ جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کر دیا تھا تو اس نے توریت کے سارے نسخے جلا دیئے تھے اور توریت کے چالیس ہزار عالموں کو چن چن کر قتل کر ڈالا تھا اور توریت کا کوئی بھی نسخہ ان کے پاس موجود نہیں تھا اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ سیّدنا عزیر علیہ السلام نے جو توریت سنائی ہے وہ درست بھی ہے یا نہیں؟

تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ میرے دادا نے مجھے بتایا تھا کہ جس دن ہم لوگوں کو بخت نصر نے گرفتار کیا تھا اس دن انہوں نے ایک ویرانے میں ایک انگور کی بیل کی جڑ میں توریت کی ایک جلد دفن کی تھی اگر تم لوگ میرے دادا کے انگور کی بیل کی نشاندہی کر دو تو میں توریت کی جلد برآمد کر لوں گا پھر ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ سیّدنا عزیر علیہ السلام نے توریت کی تلاوت صحیح کی ہے یا نہیں؟

چنانچہ چند بوڑھے لوگوں نے اس جگہ کی نشاندہی کر دی جب وہاں جڑ میں تلاش کی گئی تو توریت مل گئی جب اس توریت اور سیّدنا عزیر علیہ السلام کی توریت کو ملایا تو اس کو حرف بحرف درست پایا۔

یہ عجیب و غریب واقعہ دیکھ کر ان لوگوں نے تسلیم کر لیا کہ یہی عزیر ہیں۔

قرآن کریم نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے:۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (پ ۳۔ سورہ بقرہ: ۲۵۹)

یا اس (حضرت عزیر) کی طرح جو ایک بستی (بیت المقدس) پر گزرے اور وہ اپنے چھتوں کے بل گری پڑی تھی تو انہوں نے کہا کہ اس (بستی) کو اس کی موت کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیونکر نکالے گا؟ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں سو برس تک مردہ رکھا پھر ان کو زندہ فرمایا پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ تم کتنے دِن یہاں ٹھہرے تو انہوں نے کہا دن بھر ٹھہرا ہوں یا دن کا کچھ حصہ کہا بلکہ تم ٹھہرے رہے ہو سو برس بس دیکھو تم اپنے کھانے اور پینے کی طرف اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کی طرف دیکھو (جس کی ہڈیاں تک سلامت نہیں رہیں) اور تا کہ ہم کریں نشانی واسطے لوگوں کے اور دیکھو گدھے کی ہڈیوں کی طرف کیسے اٹھاتے ہیں ہم ان کو پھر پہناتے ہیں ان کو ہم گوشت پس جب ان پر معاملہ ظاہر ہوا تو کہا میں جانتا ہوں بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

تو بچو! یہ واقعہ تھا سیّدنا عزیر علیہ السلام کا۔

پرندے زندہ ہوگئے

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے ایک روز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔

اے اللہ! مجھے دکھا کہ تو مُردوں کو کس طرح زِندہ فرمائے گا؟

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:۔

اے میرے خلیل! کیااس پر تمہاراایمان نہیں۔

توسیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی:۔

اے اللہ کیوں نہیں میں تو اس پر ایمان رکھتا ہوں لیکن میری یہ تمنا ہے کہ اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں اور عین الیقین کی منزل کو پالوں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:۔

اے میرے خلیل تم چار پرندوں کو پال لو ان کو کھلاؤ پلاؤ اور ان کو اپنے آپ سے خوب مانوس کر لو۔

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے چار مختلف پرندے گدھ، مور، کبوتر، اور مرغ لے لیے ان کو خوب کھلایا پلایا یہاں تک کہ وہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام سے خوب مانوس ہوگئے۔

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا:۔

انہیں ذبح کرو اور ان کا قیمہ بنالو اور ان چاروں پرندوں کے گوشت کو آپس میں ملا کر چار مختلف پہاڑوں پر رکھ دو۔

اور پھر ان پرندوں کو پکارو تو وہ دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آجائیں گے اور تم مردوں کے زندہ ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔

چنانچہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان چار پرندوں مرغ، کبوتر، مور اور گدھ کو ذبح کیا اور ان کا گوشت آپس میں ملا دیا اور ان چار پرندوں کے سروں کو اپنے پاس رکھ لیا اور چاروں پرندوں کے گوشت کا قیمہ بنا کر قریب کی چار پہاڑوں پر رکھ دیا اور دور سے کھڑے ہو کر پکارا:۔

یا ایھا لدیك اے مرغ

یا یھا الحمامة اے کبوتر

یا ایھا لنز اے گدھ

یا ایھا الطاؤس اے مور

آپ کی ایک پکار پر ایک دم پہاڑوں پر سے گوشت کا قیمہ اڑنا شروع ہو گیا اور ہر پرندے کا گوشت پوست ہڈی اور پر الگ ہو کر چار پرندے تیار ہو گئے اور وہ چاروں پرندے بلا سروں کے دوڑتے ہوئے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئے اور اپنے سروں سے آ کر جڑ گئے اور دانہ چگنے لگے اور اپنی اپنی بولیاں بولنے لگے۔

اس واقعہ کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا:۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰىؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًاؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۠ (پ۳۔ سورہ بقرۃ: ۲۶۰)

اور یاد کرو! جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے پروردگار! دِکھا مجھے کہ تو کیسے زندہ فرماتا ہے مردوں کو فرمایا (اے ابراہیم) کیا تم اس پر یقین نہیں رکھتے عرض کی ایمان تو ہے لیکن (یہ سوال اسلئے ہے) تاکہ مطمئن ہو جائے میرا دل، فرمایا پکڑ لے چار پرندے پھر مانوس کر لے انہیں اپنے ساتھ پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا پھر بلا ؤ انہیں چلے آئیں گے تیرے پاس دوڑتے ہوئے اور جان لے یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ سب پر غالب ہے بڑا دانا ہے۔

زمین پر پہلا قتل

انیسہ ملک یس مس

وقار احمد یس مس

شمیم عاطف یس مس

انیقہ مس نے ایک نظر شمیم کو دیکھا اور پھر پوچھا۔

شمیم آپ کل غیر حاضر کیوں تھے؟

مس کل ہمارے علاقے میں دو آدمیوں کو نامعلوم افراد نے فائرنگ سے قتل کر دیا تھا جس کی وجہ سے سارا علاقہ اور ٹرانسپورٹ بند تھی اس وجہ سے میں نہیں آسکا۔

شمیم عاطف نے اپنے اسکول نہ آنے کی وجہ مس کو بتادی۔

اچھا بیٹھ جایئے!

اس بدامنی اور قتل وغارت گری نے جہاں روزگار کو تباہ کیا ہے وہیں اس ملک میں بچوں کی پڑھائی بھی تباہ ہو کر رہ گئی ہے۔

مس انیقہ نے رجسٹر پر دوبارہ نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

لیکن مس انسانوں میں یہ قتل وغارت گری کا سلسلہ شروع کیسے ہوا؟ حنا نے انیقہ مس سے سوال کیا۔

جی بیٹا میں پہلے حاضری لے لوں پھر آپ کو یہ واقعہ سناتی ہوں۔

انیقہ مس نے حاضری مکمل کی تو پوری کلاس اس واقعہ کو سننے کیلئے بے چین ہو گئی۔

انیقہ مس نے ان کی بے تابی کو محسوس کر لیا اور پھر انہوں نے از خود کہانی شروع کر دی۔

پیارے بچو!

آپ کو تو معلوم ہے اس دنیا میں سب سے پہلے سیّدنا آدم علیہ السلام نے قدم رکھا اور ہم سب سیّدنا آدم علیہ السلام کی ہی اولاد ہیں اس وقت جب دنیا کا پہلا قتل ہوا وہ سیّدنا آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کا ہوا۔

سیّدنا آدم علیہ السلام کی اولاد میں دو بیٹے ہابیل اور قابیل بھی تھے۔

قابیل بڑا تھا اور ہابیل چھوٹا۔

قابیل کھیتی باڑی کرتا تھا اور ہابیل بکریاں چراتا تھا۔

قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کا نام اقلیما تھا یہ بہت حسین و جمیل تھی۔

اور ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کا نام لیودا تھا اور یہ خوبصورتی میں اقلیما سے کچھ کم تھی۔

سیّدنا آدم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق اقلیما قابیل کی بہن تھی اور لیودا ہابیل کی بہن تھی۔

لہٰذا قابیل کا نکاح ہابیل کی بہن لیودا سے ہونا تھا اور ہابیل کا نکاح اقلیما سے ہونا تھا۔

لیکن قابیل نے کہا کہ وہ نکاح اقلیما سے ہی کرے گا۔

سیّدنا آدم علیہ السلام نے اسے سمجھایا مگر وہ ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آیا۔

تب سیّدنا آدم علیہ السلام نے قابیل اور ہابیل سے کہا کہ تم دونوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرو جو اقلیما کا حقیقی حق دار ہوگا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی قربانی کو قبول فرمالے گا۔

اس زمانے میں قربانی کی مقبولیت کی یہ نشانی ہوتی تھی کہ آسمان سے ایک آگ اتر کر اس کو کھا لیا کرتی تھی اور جو قبول نہیں ہوتا تھا آگ اس کو نہیں کھاتی تھی۔

قابیل چونکہ کھیتی باڑی کرتا تھا لہٰذا اس نے ایک گیہوں کی بالیوں کا ایک گٹھر قربانی کیلئے پیش کیا۔

اور ہابیل چونکہ مویشی پالتا تھا لہٰذا اس نے ایک بکری کی قربانی پیش کی۔

آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو کھالیا اور قابیل کے گیہوں کے گٹھر کو چھوڑ دیا۔

قابیل کے دل میں بغض و حسد پیدا ہو گیا اور اس نے ہابیل کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔

ہابیل نے کہا بھائی جان! اب تو یہ معاملہ طے ہو گیا ہے اللہ کی جانب سے بھی فیصلہ آگیا ہے اور تم اللہ سے ڈرو!

اور اگر تم مجھے قتل کرو گے تو میں تم پر اپنا ہاتھ نہیں اُٹھاؤں گا۔ کیونکہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

اس واقعہ کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے:۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ
قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ
اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ
النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ (پ٦۔ سورہ مائدہ: ٢٧۔٢٩)

اور انہیں پڑھ کر سنا! آدم کے بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک قبول ہوئی بولا قسم ہے میں تجھے قتل کردوں گا ہابیل نے کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے بے شک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے سارے جہان کا میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑیں تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔

قابیل تو حسد کی آگ میں جل رہا تھا بھلا اسے یہ نصیحت کب اثر کرتی۔

اس وقت تو قابیل وہاں سے چلا گیا لیکن ہابیل کو مارنے کی تدبیر کرنے لگا۔

شیطان لعین تو ابتداء سے ہی انسان کا دشمن ہے اس نے قابیل کو قتل کرنے کی راہ یہ دکھائی کہ

اس نے ایک پرندے کو پکڑا اور اس کا سر ایک پتھر پر رکھ کر دوسرے پتھر سے کچل دیا۔

قابیل کو معلوم چل گیا کہ قتل کس طرح کرنا ہے۔

ہابیل چونکہ بکریاں چراتا تھا ایک دن وہ درخت کے سائے تلے آرام کر رہا تھا تو قابیل نے ایک بڑا پتھر اٹھا کر ہابیل کے سر پر مار کر انہیں قتل کر ڈالا اس وقت ہابیل کی عمر بیس سال تھی۔

جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا تو اس کی عقل زائل ہو گئی سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو گئی۔

قرآن نے اس قتل کے واقعہ کو یوں بیان فرمایا:۔

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (پ٦۔ سورہ مائدہ: ٣٠)

تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کر دیا تو ہو گیا نقصان اٹھانے والوں میں۔

اب بڑا پریشان ہوا کہ اس کی لاش کا کیا کرے۔

اسی طرح چھوڑ دینے میں یہ خطرہ تھا کہ درندے اس کی لاش کو کھا جائیں گے تو وہ اپنے بھائی کی لاش کو بوری میں ڈال کر پھرتا رہا یہاں تک کہ لاش بدبودار ہو گئی اسے چھپانے کا کوئی طریقہ بھی اسے نہیں آرہا تھا بڑا پریشان ہوا کہ کروں تو کیا کروں؟

تب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دو کوے بھیجے قابیل ان کوؤں کو دیکھ رہا تھا ان کوؤں میں سے ایک کوے نے دوسرے کوے کو مار ڈالا اور پھر زمین کھود کر اس میں اس کو ڈال دیا۔

اس سے قابیل کو معلوم چل گیا کہ اُسے بھی یہی کرنا چاہئے اور ندامت محسوس کرتے ہوئے کہنے لگا افسوس کہ میں تو اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا۔

اس طرح اس نے اپنے بھائی کو زمین میں دفن کیا۔

قرآن نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا:۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝ (پ٦۔ سورہ مائدہ: ٣١)

تو اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کریدنے لگا کہ اسے دکھائے کیونکر اپنے بھائی کی لاش چھپائے بولا ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش کو چھپاتا تو پچھتاتا رہ گیا۔

پیارے بچو! جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا وہ اس سے پہلے اس کا رنگ سفید تھا لیکن قتل کے بعد اس پر پھٹکار پڑی اور اس کا سارا جسم کالا ہو گیا۔

سیّدنا آدم علیہ السلام مکہ گئے ہوئے تھے جب واپس آئے تو آپ نے پوچھا قابیل تمہارا بھائی ہابیل کہاں ہے؟ اس نے کہا میں اس کا کوئی ذمہ دار تو نہیں تھا۔

سیّدنا آدم علیہ السلام نے فرمایا، تُو نے اُسے قتل کر دیا ہے اسی لیے تیرا جسم سیاہ ہو گیا ہے۔

پیارے بچو!

کیونکہ دنیا میں پہلا قتل قابیل نے کیا تھا اب جو قتل بھی ہوتا ہے اس کا گناہ قابیل کو بھی ملتا ہے لہٰذا نہ برا کام کرنا چاہئے اور نہ دوسروں کو کرنے دیں۔

کیونکہ اگر آپ نے کسی برے کام کی بنیاد رکھی تو جب تک وہ برا کام ہوتا رہے گا آپ کا نامۂ اعمال بھی اس گناہ کی وجہ سے سیاہ ہوتا رہے گا۔

بلعم باعورا

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل میں بلعم باعورا نام کا ایک بہت بڑا عالم، صوفی اور پیر رہا کرتا تھا۔

اس کا تعلق تو بنی اسرائیل سے ہی تھا مگر "جبارین" کی بستی جو ملک شام میں واقع تھی اس میں رہتا تھا۔ اس کی بیوی کا تعلق بھی قوم جبارین سے ہی تھا۔

بلعم بن باعورا کا مقام بہت بلند و بالا تھا یہ جو دعا اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مانگتا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی ہر دعا کو قبول فرمایا کرتا اسم اعظم جانتا تھا۔

اپنے گھر میں فرش پر بیٹھے بیٹھے عرشِ اعظم کو دیکھا کرتا تھا۔

لوگوں کو علم بھی سکھایا کرتا تھا اور ہزاروں کی تعداد میں اس کے شاگرد اس کی مجلس میں بیٹھ کر اس سے درس لیا کرتے تھے اور اُن کو لکھا کرتے تھے۔

غرض یہ کہ مقام و مرتبہ ولایت میں وہ اپنے دور میں سب سے بڑے مقام پر فائز تھا۔

انہی دِنوں سیّدنا موسیٰ علیہ السلام بحکمِ خداوندی قوم جبارین سے جہاد کرنے کیلئے بنی اسرائیل کے لشکروں کو لے کر روانہ ہوئے۔

قوم جبارین کو جب یہ اطلاع ملی کہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اُن سے جہاد کرنے کیلئے آ رہے ہیں تو قوم کے چند سردار گھبرائے ہوئے بلعم باعورا کے پاس آئے اور کہنے لگے:۔

حضرت! سیّدنا موسیٰ علیہ السلام ایک بہت بڑا اور طاقتور لشکر لے کر ہمیں تباہ کرنے کیلئے آ رہے ہیں۔

اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اس زمین سے بے دخل کر کے اپنی قوم بنی اسرائیل کو یہاں اس زمین پر بسا دیں۔

اس لیے آپ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کیلئے ایسی بد دعا کریں کہ وہ شکست کھا کر واپس چلے جائیں۔

اور حضرت آپ کی دعا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ رد ہی نہیں فرماتا اس لئے آپ کی دعا ضرور قبول ہو جائے گی۔

قوم کے سرداروں کی بات سن کر بلعم باعورا کانپ اُٹھا اور کہنے لگا کہ تمہارا، برا ہو۔

خدا کی پناہ! سیّدنا موسیٰ علیہ السلام، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلیم اور برگزیدہ رسول ہیں۔

ان کے لشکر میں مومنین، صالحین اور فرشتے موجود ہیں میں بھلا ان کے خلاف کیسے بد دعا کر سکتا ہوں؟

لیکن قوم کے سردار اور دیگر لوگوں نے بہت اصرار کرنا شروع کر دیا۔

بلعم باعورا نے کہا اچھا میں استخارہ کروں گا اگر استخارہ میں جواب ہاں میں آگیا تو ضرور بد دعا کروں گا۔

اب بھلا اُسے یہ اجازت کیونکر مل سکتی تھی۔

استخارہ میں بھی یہی جواب آیا کہ نہیں تمہیں بددعا کی اجازت نہیں ہے۔

خیر دوسرے دن قوم جبارین کے سردار اور دیگر لوگ بھی اس کی درس گاہ پہنچ گئے۔

بلعم باعورا نے اُن سے صاف صاف کہا کہ مجھے اجازت نہیں ملی اور اگر میں نے ان کے خلاف بددعا کی تو میرا دین اور دنیا دونوں برباد ہو جائیں گے۔

قوم کے سرداروں نے اس کی بیوی کو قیمتی تحفے تحائف پیش کیے۔

جب بلعم باعورا گھر آیا تو اس کی بیوی نے اُسے وہ تمام قیمتی تحائف دکھائے مگر یہ اُن تحائف کو خاطر میں نہیں لایا۔

اگلے دن قوم پھر آئی اور اس سے کہا حضرت ایک مرتبہ پھر استخارہ کر لیجئے اور مزید تحفے تحائف پیش کیے اب بیوی نے بھی کہا کہ دوبارہ استخارہ کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے تاکم از کم یہ تحائف، نذرانے، ہدیئے تو ہمارے لیے حلال ہو جائیں گے۔

بلعم باعورا نے مجبوراً دوبارہ استخارہ کیا لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔

بلعم باعورا نے لوگوں سے کہا کہ میں نے استخارہ کر لیا ہے مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔

قوم کے سرداروں نے کہا اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں بددعا کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔

بیوی نے بھی سمجھایا ارے تمہارا کیا جا رہا ہے تم بددعا کر دو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی قبول کرے یا نہ کرے یہ تحفے تحائف تو ہمارے ہو جائیں گے قوم نے کچھ اور لالچ بھی دے رکھا تھا۔

غرض اس کے اوپر حرص وہوس اور لالچ کا بھوت بھی سوار ہو گیا اور یہ مال کے جال میں پھنس گیا۔

اور اپنی گدھی پر سوار ہو کر بددعا کیلئے چل پڑا راستہ میں اس کی گدھی بار بار واپس مڑتی اور واپس جانے کی کوشش کرتی مگر یہ اس کو مار مار کر آگے بڑھاتا رہا یہاں تک کہ گدھی کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بولنے کی طاقت عطا کی۔

گدھی نے کہا افسوس! اے بلعم باعورا! تو کہاں جا رہا ہے؟

دیکھ میرے آگے فرشتے ہیں جو میرا راستہ روکتے اور میرا منہ موڑ کر پیچھے دھکیل رہے ہیں۔

اے بلعم! تیرا برا ہو!

کیا تو نبی کے خلاف بددعا کرے گا؟

کیا تیری زبان مومنین اور صالحین کی جماعت کے خلاف بددعا کرے گی؟

گدھی کی اس تقریر کو سن کر بھی بلعم باعورا پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ مزید آگے جاتا رہا یہاں تک حسبان نامی پہاڑی پر چڑھ گیا۔

اس کے پیچھے پیچھے اس کی قوم کے سردار اور دیگر لوگ بھی آ گئے۔

یہ بلندی سے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کو بغور دیکھتا رہا۔

مال و دولت کے لالچ میں اس نے بددعا شروع کر دی لیکن خدا کی شان کہ وہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کیلئے بددعا کرتا مگر اس کی زبان پر قوم جبارین کیلئے بددعا جاری ہو جاتی۔

جب قوم نے دیکھا کہ یہ تو ہمارے خلاف ہی بددعا کر رہا ہے تو قوم کے سرداروں نے کہا:۔

اے بلعم تُو تو ہمارے خلاف ہی بددعا کر رہا ہے۔

تو اس نے کہا کہ اے میری قوم میں کیا کروں؟ میں تو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف ہی بددعا کر رہا ہوں مگر میری زبان سے اُن کے بجائے تمہارا نام نکل رہا ہے۔

پھر اچانک ہی اس پر غضبِ الٰہی نازل ہو گیا کہ فوراً ہی اس کی زبان لٹک کر سینے پر آ گئی۔

اُس وقت بلعم باعورا نے قوم جبارین کے سرداروں سے روتے ہوئے کہا:۔

افسوس! میری دنیا و آخرت دونوں برباد و غارت ہو گئے۔ میرا ایمان ضائع ہو گیا اور میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قہر و غضب میں گرفتار ہو گیا اب میری کوئی دعا قبول نہیں ہو سکتی۔

ہاں میں تم کو ایک چال بتا سکتا ہوں۔

قوم کے سرداروں نے کہا بتایئے۔

بلعم باعورا نے کہا کہ تم اپنی قوم کی خوبصورت عورتوں کو خوب سجا سنوار کر اس لشکر میں بھیج دو۔

اور انہیں ہدایت کر دو کہ کوئی بھی اسرائیلی انہیں ہاتھ لگائے تو اس کو وہ منع نہ کرے اگر بے حیائی اس لشکر میں پھیل گئی تو وہ قوم شکست کھا جائے گی۔

کیونکہ بے حیائی جس قوم میں بھی شامل ہو جاتی ہے اس قوم کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

چنانچہ قوم نے ویسا ہی کیا اور خوبصورت لڑکیوں کو بنی اسرائیل کے لشکر میں سجا سنوار کر بھیج دیا۔

دوسری طرف چند ناعاقبت اندیش لوگ نفس کی خواہشات میں مبتلا ہو گئے۔

اور شیطان لعین نے اُن کو بے حیائی میں مشغول کر دیا۔ اس گناہ کی نحوست کا اثر یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کے اس لشکر میں طاعون کی بیماری پھوٹ پڑی۔

اور تھوڑی ہی دیر میں ستر ہزار افراد ہلاک ہو گئے اور سارا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ جس کا سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے قلب پر بہت ہی گہرا صدمہ گزرا۔

دوسری طرف بلعم باعورا اسم اعظم بھول گیا اور ایمان بھی اس کے سینے سے نکل گیا اور قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی مثال کتے سے دی ہے۔

قرآن کریم میں اس واقعہ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (پ۹۔ سورہ اعراف:۱۷۵۔۱۷۶)

اے محبوب انہیں (بلعم) کے احوال سنایئے جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ آیتوں سے صاف نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا تو وہ گمراہ ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اس کی آیتوں کے سبب اوپر اٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ کر رہ گیا اور اپنی خواہشوں کا تابع ہو گیا تو یہ اس کا حال کتے کی طرح ہے کہ تو اس پر حملہ کرے جب بھی وہ زبان نکالے اور چھوڑ دے جب بھی زبان نکالے یہی حال ان لوگوں کا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں تو اے محبوب آپ لوگوں کو نصیحت سناتے رہیں تا کہ لوگ دھیان رکھیں۔

غار کے مکین

یہ اس زمانے کی بات ہے جب فلسطین پر رومی بادشاہ حکومت کیا کرتا تھا اور یہ اسلام دشمنی میں شدید اندھا ہو چکا تھا۔
سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا تھا اور رومی بادشاہ اپنی سلطنت میں ہر طرف اہل ایمان کو قتل کرتا پھر رہا تھا۔

اس رومی بادشاہ کا نام دقیانوس تھا۔

دقیانوس سال میں دو مرتبہ اپنی پوری سلطنت کا دورہ کرتا اور اس کی سلطنت ملک شام، فلسطین سمیت دو سو شہروں پر مشتمل تھی۔

دقیانوس کے دورے کا واحد مقصد یہ ہی ہوتا تھا کہ لوگوں کو سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دی ہوئی تعلیماتِ اسلام سے دور کر کے بت پرستی کی طرف مائل کیا جائے۔ اور اپنے اس باطل مقصد کیلئے وہ ہر انتہا سے نکل جاتا تھا۔

اُس نے ظلم وستم کی انتہا کر رکھی تھی جو لوگ بت پرستی نہیں کرتے اور اسلام کو ترک نہیں کرتے دقیانوس بادشاہ اُن لوگوں کو شدید اذیتیں دے کر ہلاک کرڈالتا تھا لہٰذا کچھ لوگوں نے تو اپنے ایمان کو چھپائے رکھا کچھ نے بادشاہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور بت پرستی کو قبول کرلیا اور جن لوگوں نے اسلام چھوڑنے سے انکار کیا ان کو شہید کردیا گیا۔

دقیانوس نے اس ملک کے کونے کونے میں چھوٹے بڑے مندر نار کھے تھے اور ان میں مختلف نام کی دیوی کے مجسمے اور مورتیاں بھی رکھوادی تھیں اسی بادشاہ کی سلطنت میں افسوس نام کا شہر بھی شامل تھا۔

اس شہر میں دقیانوس نے اپنی سلطنت کا سب سے بڑا مندر تعمیر کرایا اور اس میں ڈاکنا نامی مورتی کو دیوی بنا کر رکھ دیا۔

حسن اتفاق بنی اسرائیل کا بھی یہ بہت بڑا مرکز تھا اور بہت پختہ قسم کے مذہبی لوگ یہاں رہا کرتے تھے۔ ان کو بھی دقیانوس کی بت پرستی اور ظلم ستم کا معلوم تھا اور اس کی نت نئی سفاکیوں کی داستانیں سنتے رہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے صبر وہمت کی دعائیں مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ دقیانوس بادشاہ ایک دن خود اس شہر افسوس میں پہنچ گیا۔

لوگوں کو طلب کیا اور انہیں حکم دیا کہ بت کے سامنے سجدہ کریں۔

کچھ کمزور دل اور کمزور ایمان افراد تو مرتد ہوگئے کچھ نے انکار کیا تو انہیں قید کرلیا گیا۔

اور کچھ نوجوانوں کو شدید اذیتیں دے کر ہلاک کردیا گیا۔

انہی نوجوانوں میں کچھ اعلیٰ خاندانوں کے چشم وچراغ بھی تھے ان سب کو بھی یہی حکم دیا گیا کہ وہ ان بتوں کے سامنے سجدہ کریں اور ان کے سامنے قربانی کے جانور پیش کریں اور ان کو ہمیشہ کیلئے اپنا معبود جانیں۔ ورنہ ان کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔

یہ سب نوجوان بہت ہی خوبصورت، لمبے قد، چوڑے سینے اور صحت مند متقی اور دلیر بھی تھے انہوں نے پوری جرأت و بہادری کے ساتھ دربار میں کہا کہ ہم جھوٹے بتوں کی پوجا نہیں کرسکتے بے شک ہمارا رب سچا معبود ہے وہی آسمان وزمین کا خالق و مالک ہے۔

دقیانوس نے کہا اے نوجوانو!

مجھے تمہاری جوانی پر ترس آرہا ہے ورنہ تمہاری اس گستاخی وبیباکی کی سزا ابھی اسی وقت تم کو دے دیتا۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ تمہارے سامنے یہ کتنی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔

اچھا میں تم کو کل تک کی مہلت دیتا ہوں۔ تم اپنی جوانیوں پر ترس کھاؤ اپنے بوڑھے والدین کا ہی خیال کرو اور خوب سمجھ لو!

ورنہ کل دربار میں تمہارا بھی یہی حشر ہوگا جو ان لاشوں کا ہے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ کل ان لاشوں میں تمہاری لاشوں کا بھی اضافہ ہو جائے۔

یہ کہہ کر دقیانوس بادشاہ نے دربار برخاست کر دیا۔

جب یہ اہل ایمان دربار سے نکلے تو انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم کچھ دِنوں کیلئے کسی غار میں پناہ لے لیں جیسے ہی دقیانوس اس شہر سے واپس جائے گا ہم واپس اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے۔

یہ لوگ غار کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں انہیں ایک چرواہا ملا وہ بھی صاحب ایمان تھا اس نے کہا مجھے بھی ساتھ لے لو اور اس کو بادشاہ نے ابھی تک بلایا نہیں تھا چرواہا جب اُن کے ساتھ شامل ہوا تو اس کا کتا بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

سب نے کہا کہ اس کتے کو یہاں سے بھگاؤ ورنہ یہ بھونکے گا تو ہم سب پکڑے جائیں گے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کتے کو زبان بخشی اور اس نے کہا وعدہ کیا کہ وہ نہیں بھونکے گا۔

اب یہ سب لوگ غار میں پہنچ گئے۔ سب نے اپنی اپنی جیبوں میں جو بھی دینار وغیرہ تھے نکال کر اپنے ایک ساتھی تملیخا کے پاس جمع کرادیئے۔ اور عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو گئے جب ذکرِ الٰہی سے ذرا سکون ملا تو لیٹ گئے لیٹتے کے ساتھ نیند آگئی۔

اور یہ سب افراد سو گئے۔

دوسرے دن بادشاہ نے دربار لگایا اور ان کے بارے میں دربار کے لوگوں سے پوچھا۔

بادشاہ کی فورس جگہ جگہ چھاپے مارتی رہی مگر وہ شہر میں ہوتے تو ان کے ہاتھ آتے۔

پولیس ان کے والدین کو پکڑ کر دربار میں لے آئی بادشاہ نے ان سے پوچھا بتاؤ تمہارے بیٹے کہاں ہیں؟

بتاؤ ورنہ تمہیں بھی قتل کر دیا جائے گا۔

انہوں نے کہا اے بادشاہ!

ہمیں نہیں معلوم ہم تو پہلے ہی اپنا دین چھوڑ کر تیرا دین اپنا چکے ہیں لہذا اگر ہم اپنے بچوں کو تجھ سے چھپانا چاہتے تو ہم مرتد کیوں ہوتے۔

اسی دوران کسی نے مخبری کی کہ کل ان نوجوانوں کو پہاڑ کی جانب جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے ان کے ساتھ ایک کتا بھی تھا۔

بادشاہ نے اپنی پوری فورس لی اور اس غار کے دہانے پر جا پہنچا۔ جب اس نے غار میں جھانکا تو دیکھا سب سو رہے ہیں۔

بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور حکم دیا کہ اچھا انہیں اسی طرح سونے دو اور غار کا منہ مضبوط پتھروں سے بند کر دو تاکہ یہ غار ہی ان کی قبر بن جائے۔

چنانچہ مستریوں نے فوراً ہی پتھروں کی دیوار تعمیر کر دی اس کے بعد سب واپس چلے گئے۔

اہلِ دربار میں دو خفیہ مومن بھی تھے اور انہوں نے اپنا ایمان بادشاہ سے چھپائے رکھا تھا۔ انہوں نے ایک سلور کی تختی پر اصحابِ کہف کی تعداد ان کے نام حسب نسب اور شہر سے نکلنے کی وجہ دقیانوس کا ظلم اور مذہب پر جابرانہ رویہ اور اصحاب کہف کا غار میں چھپنا ان کے غار کا منہ دیوار سے بند کیا جانا۔۔۔۔۔سارے واقعے کی مکمل تفصیل لکھ کر شاہی محل کے خزانے میں چھپا دی اور ایک اس کی نقل بنا کر غار کے دروازے پر بھی لگا دی اور اس کو مٹی کی لیپ سے چھپا دیا۔

ایک سال کے بعد ہی دقیانوس مر گیا۔

ایک بادشاہ کے بعد دوسرا بادشاہ اور ایک حکومت کے بعد دوسری حکومت بدلتی رہی یہاں تک کہ تین سو سال گزر گئے۔

یہاں تک کہ افسوس شہر پر ایک صاحبِ ایمان بادشاہ حکومت کرنے لگا۔

لیکن اس وقت اس کی مملکت میں کچھ ایسے جدت پسند پیدا ہو گئے جو قیامت کا انکار کرنے لگے۔ مر کر زندہ ہونے کے نظریہ کو غلط کہنے لگے۔

بادشاہ اس صورتحال میں کافی پریشان تھا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ہر وقت یہ دعا کرتا رہتا تھا کہ اے اللہ ایسی کوئی نشانی ظاہر فرما کہ ان جدت پسندوں کی اصلاح ہو جائے۔

ایک دن ہوا یہ کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں چراتے چراتے اس غار میں آ پہنچا اب اُس نے سوچا کہ گرمی سردی اور بارش سے بچاؤ کیلئے کیوں نہ اس غار کو صاف کرلوں تاکہ بعد میں کبھی کام آئے اس نے غار کے دہانے سے پتھر ہٹائے اور دروازے کو بھی صاف کیا جیسے ہی وہ غار کے اندر داخل ہوا تو فوراً ہی اُلٹے قدموں خوف کے مارے باہر نکل آیا کہ ۸، ۹ آدمی اور ایک کتا اندر سو رہے ہیں۔

خوف کے مارے اُس نے کسی کو باہر آ کر کچھ بھی نہیں بتایا۔

دوسرے دن صبح ہی صبح طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی تمام اصحابِ کہف بھی جاگ اٹھے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے بتاؤ ہم کتنا سوئے ہیں کچھ ساتھیوں نے سورج کو دیکھا اور کہا کہ ایک ہی رات سوئے ہیں اور کچھ نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم کچھ زیادہ ہی سو گئے ہیں یعنی ایک دو دِن سو گئے ہیں ان کے وہم و خیال میں بھی نہیں تھا کہ ہمیں سوتے ہوئے تین صدیاں بیت چکی ہیں۔ اب چونکہ جاگ گئے تھے لہٰذا انہیں بھوک نے بھی ستانا شروع کیا۔

تو سب کے صلاح و مشورے کے بعد انہوں نے اپنے خزانچی تملیخا کو کھانا لینے کیلئے بازار بھیجا اور اس کو نصیحت کی دیکھو حلال کا کھانا لانا گوشت ہو تو اس کو کسی مسلمان ہی نے ذبح کیا ہو کسی بت پرست کے ہاتھ کا کٹا ہوا جانور نہ ہو۔

اور کسی سے زیادہ بحث و مباحثہ میں نہ اُلجھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی جھگڑے میں اُلجھ جاؤ اور بادشاہ دقیانوس اور اس کی فوج یہاں تک آ پہنچے۔

اور دیگر نصیحتیں کر کے اُسے کھانا لینے بازار بھیج دیا۔

جب تملیخا شہر کے قریب دقیانوس اور اس کی فوج کا خیال کرتے ہوئے چھپتے چھپاتے بازار پہنچا تو اس نے شہر کی در و دیوار پر سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو لکھا ہوا پایا۔

بڑا حیران ہوا اور یہ سوچ کر کہ میں کسی اور شہر میں آگیا ہوں۔

شہر کے دوسرے دروازے پر پہنچ گیا وہاں پر بھی ایمانی باتیں در و دیوار پر لکھی ہوئی تھیں۔

یہ سخت حیران و پریشان تھا کہ ایک ہی رات میں کیا ماجرا ہو گیا یہ ایک ہی رات میں کیسا انقلاب آگیا ہے۔

اب حضرت تملیخا سوچنے لگے یا اللہ میں سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں۔ اسی شہر میں جہاں کل سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نام لینا بھی جرم تھا اس شہر کے در و دیوار پر سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات و اقوال لکھے ہوئے ہیں۔

پھر سوچتے ہوئے از خود ہی کہنے لگے شاید میں راستہ بھول کر کسی اور شہر میں آگیا ہوں۔

لہٰذا ایک نوجوان سے پوچھا بھائی اس شہر کا نام کیا ہے؟

اس نوجوان نے بتایا کہ اس شہر کا نام اُفسُوس ہے۔

بڑے حیران ہوئے کہ نام تو ٹھیک ہے۔

خیر کافی دیر کھڑے رہنے کے بعد ایک ہوٹل والے کے پاس گئے اس سے کھانا خریدا اور اپنا سکّہ اس کو دے دیا۔

سکّہ دیکھ کر ہوٹل والا بڑا حیران ہوا۔ اس ہوٹل والے نے وہ سکہ اپنے ساتھیوں کو دکھایا لوگ جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ اس نوجوان کو یقیناً کوئی خزانہ ہاتھ لگا ہے۔

حضرت تملیخا سے پوچھا کہ کیا تمہارے ہاتھ کوئی خزانہ لگا ہے؟

تملیخا نے فرمایا نہیں بھئی مجھے کوئی خزانہ وزانہ نہیں ملا میں تو کل ہی اس شہر سے گیا ہوں یہ میرے پاس جو درہم ہیں اسی شہر کے ہیں۔

کچھ لوگوں نے کہا یہ مجنون ہے اس کو چھوڑ دو۔

کچھ بوڑھے لوگ تھے انہوں نے کہا یہ سکہ آج سے دو سو، تین سو سال پرانا ہے۔ اور یہ شخص نوجوان ہے اور کہتا ہے کہ میں اسی شہر کا ہوں اور یہ دینار اسی شہر کا ہے یا تو یہ پاگل ہے یا خزانہ چھپانے کیلئے باتیں بنا رہا ہے اس لیے اس کو پکڑ کر حاکم شہر کے پاس لے چلو۔

لہٰذا سب لوگ حضرت تملیخا کو لے کر حاکم شہر کے پاس جلوس کی شکل میں لے آئے۔

عدالت میں موجود قاضی نے حضرت تملیخا سے کہا کہ اے نوجوان!

ہم سے کچھ مت چھپاؤ جھوٹ اور غلط بیانی سے بالکل کام نہیں لینا جو معاملہ بالکل صاف اور سچ ہو وہ بیان کرنا۔

حضرت تملیخا نے فرمایا یہ لوگ تو مجھے پاگل سمجھ رہے ہیں لیکن میں خود حیران ہوں کہ ایک رات ہی تو گزری ہے جب دقیانوس بادشاہ نے ہم سے کہا تھا کہ یا تو بت پرستی کرو اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو ترک کرو اور یا پھر قتل ہونے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

پھر خود ہی اس نے ہمیں ایک دن سوچنے کیلئے مہلت دی میں اور دیگر ساتھی اپنا ایمان بچانے کیلئے ایک غار میں چھپ گئے ابھی جب ہم صبح جاگے تو میرے دیگر ساتھیوں نے مجھے کھانا لینے کیلئے بازار بھیج دیا میرے دیگر ساتھی غار میں میرا انتظار کر رہے ہیں۔

فلاں محلے میں ہمارے گھر ہیں۔

اور ہمارے والدین کے نام یہ ہیں۔

وہی در ہم ہیں جو کل ہم یہاں سے لے کر گئے تھے۔

اب جو میں شہر کے در و دیوار دیکھ رہا ہوں شہر اور لوگوں میں تبدیلی مذہب کی باتیں دیکھ اور سن رہا ہوں اس نے میری عقل کو گم کر دیا ہے۔

یہ باتیں سن کر سب لوگ انتہائی حیرت زدہ ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور کہنے لگے کہ دقیانوس نام کا بادشاہ تو ہم نے کبھی سنا ہی نہیں اور نہ ہی تمہارے والدین کے نام کا کوئی آدمی شہر میں ہے البتہ تمہارے محلہ اور گھر کا نقشہ جو تم نے سمجھایا ہے وہ ٹھیک ہے۔

قاضی نے کہا کہ لوگو! سنو!

معلوم ہوتا ہے کہ اس نوجوان کی صورت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو اپنی قدرت کی کوئی نشانی دکھانا چاہتا ہے چلو سب بادشاہ کے پاس چلتے ہیں۔

تمام لوگ اور قاضی جلوس کی شکل میں بادشاہ کے دربار پہنچ گئے۔

وہاں موجود بادشاہ نے پوری داستان سنی اور حیرت زدہ ہو کر سجدہ میں گر گیا۔

اپنے عمر رسیدہ درباریوں سے کہنے لگا بتاؤ کہ کیا معاملہ ہے۔تو بیت المال کا افسر وہ سلور دھات کی تختی لے کر آگیا جس پر لکھا تھا کہ فلاں سال فلاں زمانے میں یہاں دقیانوس کی حکومت ہوئی اور اس کے ظلم سے جان و ایمان بچا کر چند نوجوان غار میں چھپ گئے تھے جن کا دروازہ دقیانوس بادشاہ نے پتھروں سے بند کرادیا تھاان غار والوں کے نام یہ ہیں۔جن میں ایک تملیخا بھی تھا۔

بادشاہ ایک مرتبہ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر گیا کہ اس نے قیامت کے ثبوت میں ایک زندہ اور روشن دلیل عطا فرمائی۔

سارے شہر میں اس بات کا چرچا فوراً ہی ہو گیا ہر شخص تملیخا کو دیکھنے کیلئے دوڑا چلا آتا پھر بادشاہ تملیخا کو ساتھ لے کر غار کے دروازے پر پہنچا جب باقی ساتھیوں نے ایک جم غفیر کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو وہ سمجھے کہ شاید بادشاہ کو خبر ہو گئی ہے اور یہ لشکر انہیں گرفتار کرنے کیلئے آرہا ہے۔

سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا یارو! اب تمہارے ایمان اور جان کے امتحان کا وقت ہے ایمان بچانا اور قتل ہونے سے نہیں ڈرنا۔

یہ کہہ کر سب ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔تملیخا غار کے اندر داخل ہوئے اور شہر کے سارے حالات وواقعات سے آگاہ کیا۔

تمام لوگ غار سے باہر آئے بادشاہ سے ہاتھ ملایا اسے دعائیں دیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہاری بادشاہی کی حفاظت فرمائے۔ اب ہم تمہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔

پھر اصحابِ کہف نے السلام وعلیکم کہا اور غار کے اندر تشریف لے گئے اور اسی حالت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان لوگوں کو وفات دے دی۔

پھر اس مسلمان بادشاہ نے غار کے منہ پر ایک مسجد بنادی اور سال میں ایک دن مقرر کیا تاکہ تمام شہر والے اس دن عید کی طرح زیارت کیلئے آیا کریں۔

آج بھی مسلمان اُس مسجد میں اُن کا عرس مناتے ہیں۔

قرآن کریم نے اس واقعے کو یوں بیان فرمایا:۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ (پ۱۵۔ سورہ کہف:۹۔۱۳)

کیا تمہیں معلوم ہے کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تھی پھر بولے اے ہمارے رب اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کے سامان کر تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی برس تھپکا پھر ہم نے انہیں جگایا کہ دیکھیں (کہ اصحاب کہف کے) دو گروہوں میں کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ ٹھیک بتاتا ہے ہم ان کا ٹھیک ٹھیک حال تمہیں سنائیں وہ کچھ جوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت بڑھائی۔

تین عجیب واقعات

یہ اُس زمانے کی بات ہے جب فرعون دریائے قلزم میں غرق ہو چکا تھا اور سیّدنا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلا چکے تھے۔ایک دن سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے عرض کی اے اللہ! تیرے بندوں میں سب سے زیادہ تجھ کو محبوب کون ہے؟

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:۔

جو میرا ذکر کرتا رہے اور مجھے کبھی فراموش نہ کرے۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے پھر سوال کیا کہ

اے اللہ تیرے بندوں میں سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:۔

جو حق کے ساتھ فیصلہ کرے اور کبھی بھی خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرے۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی کہ

اے اللہ! تیرے بندوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:۔

جو ہمیشہ اپنے علم کے ساتھ دوسروں سے علم سیکھتا رہے تاکہ اس طرح اسے کوئی ایسی بات مل جائے جو اسے ہدایت کی طرف رہنمائی کرے یا اسے ہلاکت سے بچالے۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے اللہ! اگر تیرے بندوں میں کوئی مجھ سے زیادہ علم والا ہے تو مجھے اس کا پتا بتادے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، خضر تم سے زیادہ علم والے ہیں۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے اللہ! میں انہیں کہاں تلاش کروں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ساحل سمندر پر چٹان کے پاس۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے پھر دریافت کیا کہ میں وہاں کیسے اور کس طرح پہنچوں؟

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، تم ایک ٹوکری میں ایک مچھلی لے کر سفر کرو جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے بس وہیں خضر سے تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے ملنے کا پکا ارادہ کر لیا۔

اور اپنے خادم اور شاگردِ خاص حضرت یوشع بن نون کو بھی ساتھ لے لیا اور کچھ راستے کیلئے زاد راہ بھی لے لیا تا کہ راستے میں کام آئے۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب کافی راستہ طے کر لیا تو آپ نے ایک جگہ رک کر آرام کیا۔

بھونی ہوئی مچھلی جو تھیلی میں رکھی ہوئی تھی تڑپ کر زندہ ہو گئی اور دریا میں گر گئی اس پر سے پانی کا بہاؤ رک گیا اور پانی میں ایک محراب سی بن گئی۔

حضرت یوشع بن نون بیدار ہو چکے تھے اور مچھلی کے زندہ ہو کر دریا میں گرنے کو بھی دیکھ رہے تھے۔

لیکن یہ واقعہ موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گئے۔

جب سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے آرام فرما لیا تو آگے کی جانب سفر جاری رکھا۔

جب دوپہر کے وقت کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے اپنے شاگرد حضرت یوشع بن نون سے کہا کہ وہ بھنی ہوئی مچھلی لے آؤ۔

تب یوشع بن نون نے عرض کی کہ اے اللہ کے کلیم! میں آپ کو بتانا بھول گیا تھا جس جگہ کچھ دیر قبل ہم نے آرام کیا تھا اس جگہ وہ مچھلی تڑپ کر زندہ ہو گئی اور سمندر میں کود گئی۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، ہمیں اسی جگہ کی تو تلاش تھی۔

خیر وہ وہاں سے واپس اسی جگہ روانہ ہوئے جہاں مچھلی سمندر میں کودی تھی۔

وہاں پہنچ کر سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک بزرگ کپڑوں میں لپٹے ہوئے بیٹھے تھے۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے تعجب سے فرمایا کہ اس زمین پر سلام کرنے والے کہاں سے آ گئے

پھر خضر علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟

آپ نے فرمایا میں موسیٰ ہوں۔

تو انہوں نے دریافت کیا کون موسیٰ؟ کیا آپ بنی اسرائیل کے موسیٰ ہیں؟

تو سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جی ہاں!

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:۔

اے موسیٰ! مجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک ایسا علم دیا ہے جس کو آپ نہیں جانتے اور آپ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک ایسا علم دیا ہے جو میں نہیں جانتا۔

مطلب یہ تھا کہ میں "علم اسرار" جانتا ہوں اور آپ "علم الشرائع" جانتے ہیں۔

پھر سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے خضر! مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ رہوں تاکہ جو علم تمہیں عطا ہوا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے میں اس سے کچھ سیکھ سکوں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ میرے ساتھ رہ لیں مگر اس شرط پر کہ آپ مجھ سے کوئی بات نہیں پوچھیں گے اس وقت تک جب تک میں خود اس بات سے آپ کو آگاہ نہیں کر دوں۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں انشاء اللہ صبر کروں گا اور تمہارے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔

قرآن کریم نے یہ واقعہ یوں بیان فرمایا:۔

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝ (پ۱۵۔سورہ کہف:۶۴۔۶۹)

یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے علم لدنی عطا کیا اس سے موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ رہ سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں جسے آپ کا علم محیط نہیں موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا عنقریب اللہ سبحانہ وتعالیٰ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا۔

سیّدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا۔

کہا اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں موسیٰ علیہ السلام تو پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ میں ان شاء اللہ صبر کروں گا اور آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا اس پر خضر علیہ السلام نے آپ کو ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔

غرض اس عہد و پیمان کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے سیّدنا موسیٰ السلام نے کو ساتھ لے کر سمندر کے کنارے چلنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ایک کشتی پر نظر پڑی۔

کشتی والے نے ان دونوں کو سوار کر لیا اور کشتی کا کرایہ بھی نہیں لیا۔

جب یہ دونوں بزرگ کشتی سے اترے تو سیّدنا خضر السلام نے نے اس کشتی کا ایک تختہ توڑ دیا۔

سیّدنا موسیٰ السلام نے نے فرمایا:۔

ایک تو کشتی والے نے ہمیں کشتی میں سوار بھی کیا اور کرایہ بھی طلب نہیں کیا اور آپ نے اس کا صلہ یہ دیا کہ آپ نے اس کی کشتی کا تختہ بھی توڑ دیا یہ تو آپ نے بہت برا کام کیا۔

سیّدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہ رہ سکیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا:۔

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا۝ (پ۱۵۔ سورہ کہف: ۷۳)

کہ مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کر اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو۔

پھر یہ حضرات آگے روانہ ہو گئے راستے میں سیّدنا خضر علیہ السلام نے ایک نابالغ بچے کو دیکھا جو اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا سیّدنا خضر علیہ السلام نے اس بچے کو قتل کر دیا۔ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا اور آپ نے فرمایا:۔

کہ تم نے ایک ستھری جان بغیر کسی جان کے بدلے قتل کر دی بلاشبہ تم نے بہت ہی برا کام کر ڈالا ہے۔

سیّدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا:۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۝ (پ۱۵۔ سورہ کہف: ۷۲)

میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:۔

اچھا اب اگر میں کچھ پوچھوں تو آپ میرے ساتھ نہیں رہئے گا اس میں شک نہیں کہ میری طرف سے عذر پورا ہو چکا۔

پھر اس کے بعد انہوں نے آگے چلنا شروع کر دیا یہاں تک کہ یہ لوگ ایک گاؤں میں پہنچ گئے اور گاؤں والوں سے کھانا طلب کیا۔ مگر گاؤں والوں میں سے کسی نے بھی ان صالحین کی دعوت نہیں کی۔

پھر ان دونوں نے گاؤں میں ایک گرتی ہوئی دیوار پائی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اسے سیدھا کر دیا۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام گاؤں والوں کی بد اخلاقی پر پہلے ہی بیزار تھے آپ رہ نہ سکے اور آپ نے فرمایا:

اگر آپ چاہتے تو اس کام کی مزدوری لے لیتے۔

یہ سن کر سیّدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا، اب ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی ہے۔

اور جن چیزوں کو دیکھ کر آپ صبر نہ کر سکے میں ان کا راز آپ کو بتا دیتا ہوں۔

- سب سے پہلے جو کشتی میں سے میں نے تختہ نکال دیا تھا وہ کشتی غریب لوگوں کی تھی اور اس کے ذریعہ وہ لوگ اس سے روزی کماتے تھے جب یہ لوگ واپس لوٹیں گے تو انہیں ایک ظالم بادشاہ کا سامنا کرنا پڑے گا وہ صحیح سالم کشتیوں کو چھین لیتا ہے لیکن عیب دار کشتی کو نہیں چھینتا لہٰذا میں نے اس کشتی کو عیب دار بنا دیا تاکہ وہ یہ کشتی نہ چھین لے اور غریب کشتی والے اپنے روزگار سے محروم نہ ہو جائیں۔

- اور جس لڑکے کو میں نے قتل کیا اس کے والدین بہت نیک اور صالح تھے اور یہ لڑکا بڑے ہو کر کافر ہو جاتا اور اس کے والدین کیونکہ اس سے بہت محبت کرتے ہیں تو بڑے ہو کر یہ انہیں بھی کفر میں مبتلا کر دیتا۔

اس لڑکے کی موت کی صورت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو کفر سے بچا لیا۔

اب اس کے والدین صبر کریں گے اور اس صبر کے صلے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں ایک بیٹی عطا فرمائے گا جس کی شادی ایک نبی سے ہوگی اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بیٹی کو جو اولاد عطا کرے گا وہ بھی نبی ہوگا۔

- اور اس گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کرنے کا راز یہ تھا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا خزانہ دفن تھا اور ان دونوں بچوں کا باپ نہایت نیک و صالح مسلمان تھا اگر ابھی یہ دیوار گر جاتی تو ان یتیموں کا خزانہ گاؤں والے نکال کر لے جاتے۔

اس لئے آپ کے پروردگار نے چاہا کہ یہ دونوں یتیم بچے جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں اس لئے ابھی میں نے دیوار کو گرنے نہیں دیا۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ان بچوں پر مہربانی ہے اور اے موسیٰ آپ یقین و اطمینان رکھیں میں نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ میں نے یہ سب کچھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔

اس کے بعد سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے وطن واپس لوٹ آئے۔

قارون کا انجام

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں قارون نام کا ایک دولت مند شخص رہا کرتا تھا اس کے پاس اتنی دولت تھی کہ کئی افراد کی جماعت مل کر اس کے خزانے کی چابیاں اُٹھایا کرتی تھی۔

بعض روایات میں ہے کہ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھی تھا اور بہت ہی خوبصورت آدمی تھا لوگ اس کے حسن وجمال کی وجہ سے اس کو منور بھی کہا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ توریت کی تلاوت بھی خوش الحانی سے کیا کرتا تھا۔

لیکن جیسے ہی اس کے پاس دولت آنا شروع ہوئی یہ نہایت زرق برق لباس پہنا کرتا تھا اور شکر کرنے کے بجائے تکبر کرتا۔

قارون کے کچھ خیر خواہ بھی تھے انہوں نے قارون سے کہا یہ جو تم تکبر کرتے ہو درست نہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور جو مال اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تجھے دیا ہے اس کو بھلائی کیلئے خرچ کر اور بھلائی کا راستہ اختیار کر اور ملک میں فساد برپا نہ کر کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اگر تو اپنی اس روش سے باز نہ آیا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ تجھے سزا دے گا اور یہ سب کچھ جو تجھے دیا ہے چھین لے گا۔

ان سب لوگوں کی باتیں سن کر قارون نے کہا:

یہ مال میں نے اپنے علم اور عقل کے زور پر حاصل کیا ہے یہ میری محنت کے نتیجے میں مجھے ملا ہے لہذا تم مجھے مت بتاؤ کہ کیا اچھا اور کیا برا ہے؟ میں تم سے زیادہ سمجھ دار ہوں۔

پھر ایک روز قارون خوب سج دھج کر کے شان وشوکت کے ساتھ اپنی قوم کے لوگوں کے پاس آیا۔

اس کی دولت کی ظاہری چمک دمک دیکھ کر کچھ دنیادار قسم کے لوگ کہنے لگے:

قارون کتنا خوش نصیب ہے کاش ہمارے پاس بھی دولت ہوتی اور یہ آن بان ہمارے پاس بھی ہوتی۔

لیکن وہاں پر کچھ لوگ ایسے بھی موجود تھے جو بہت دین دار اور نیک تھے۔

انہوں نے ان کی سوچ پر افسوس کرتے ہوئے کہا:

افسوس ہے تم پر! مومنوں کو جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اجر عطا فرمائے گا وہ اس ظاہری دولت کی چمک دمک سے کہیں بہتر ہے۔

اور یہ اجر تو صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملے گا۔

اور جن کے پاس قوت یا مال ہوتا ہے کیا وہ تباہ نہیں ہوتے بہت سی قومیں دولت مند ہونے کے باوجود تباہ وبرباد ہو گئیں۔

اگر تم اچھے کام کرو گے تو دولت اور قوت فائدہ دے گی ورنہ نہیں۔

خیر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ زکوٰۃ جمع کرو۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے لوگوں سے زکوٰۃ جمع کرنے کا حکم دیا۔

قارون کو بھی کہا کہ تم بھی زکوٰۃ دو۔

قارون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں اپنے مال کا ہزاروں حصہ زکوٰۃ دوں گا۔

لیکن جب اس نے اپنے مال کا ہزاروں حصہ نکالا تو یہ بہت زیادہ بن گیا۔ ایک دم اس پر حرص وہوس کا بھوت سوار ہو گیا۔

وراس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔

نہ صرف انکار بلکہ یہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا دشمن بھی بن گیا اور بنی اسرائیل کے دیگر افراد کو بھی بہکانے لگا کہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اس بہانے تم سے تمہارا مال چھین لینا چاہتے ہیں۔

کبھی کسی سے کہتا:

موسیٰ علیہ السلام نماز کا حکم لائے ہم نے نماز ادا کی دیگر احکامات بھی لائے ہم اس پر بھی عمل کرتے رہے اب وہ ہم سے ہمارا مال لینا چاہتے ہیں یہ ہم کیسے برداشت کریں۔

کچھ لوگ قارون کی باتوں میں آگئے اور کہنے لگے ہاں یہ تو ہم بھی برداشت نہیں کرسکتے۔

اب قارون نے ایک چال چلی ایک طوائف کو اس نے کچھ رقم دی اور کہا کہ تم سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر گناہ کی تہمت لگادو۔

دوسرے دن جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام مجمع عام میں وعظ فرما رہے تھے تو قارون نے کہا تم کون سے نیک آدمی ہو تم بھی گناہ گار ہو اور ابھی ایک عورت آکر بتائے گی۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس عورت کو سامنے بلایا اور اس سے پوچھا اے عورت! تجھے اس اللہ کی قسم! جس نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دی، دریا کو تمہارے لئے سلامتی کا راستہ بنایا۔ سچ سچ بتا واقعہ کیا ہے؟

وہ عورت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قہر سے ڈر گئی اور کہنے لگی کہ قارون نے بہت بڑی رقم دے کر مجھے آپ پر بہتان لگانے کیلئے کہا تھا۔

اس وقت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور سجدہ کیا اور دعا کی اے اللہ! قارون پر اپنا قہر و غضب نازل فرما۔

اور بنی اسرائیل سے کہا کہ مجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قارون کی طرف ویسے ہی بھیجا ہے جیسے فرعون کی طرف بھیجا تھا۔

اس لئے جو شخص اس کا ساتھ دینا چاہتا ہے وہ اس کا ساتھ دے اور جو میرا ساتھ دینا چاہتا ہے وہ قارون کو چھوڑ دے۔

آپ کے اس ارشاد پر سب لوگوں نے قارون کو چھوڑ دیا سوائے دو آدمیوں کے۔

پھر آپ نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین قارون کو پکڑ لے زمین نے ایڑیوں تک اس کو پکڑ لیا۔

یعنی ایڑیوں تک زمین میں دھنس گیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے پھر فرمایا، اے زمین اسے پکڑ لے۔

قارون گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام بدستور فرماتے رہے کہ اے زمین اسے اپنی گرفت میں لے لے۔

قارون زور زور سے کہتا رہا، اے موسیٰ، ہائے موسیٰ لیکن شدتِ غضب کی وجہ سے آپ نے اس کی بات پر دھیان نہیں دیا بلکہ زمین کو آخری حکم بھی دے دیا کہ اس کو مکمل اپنی گرفت میں لے لے۔ اور بالآخر یہ موسیٰ علیہ السلام کا دشمن اپنے انجام کو پہنچا اور زمین میں مکمل دھنس گیا۔

وہ دو آدمی جنہوں نے قارون کا ساتھ دیا تھا کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو اسی لئے دفنا دیا تاکہ اس کے مال کو اپنے قبضہ میں لے لیں تو آپ نے زمین کو حکم دیا اے زمین! قارون کا مکان اور اس کی دولت کو بھی اپنی گرفت میں لے لے۔

یوں اس کا مکان جو خالص سونے کا تھا اور اس کا سارے کا سارا خزانہ زمین میں دھنس گیا۔

شداد کی جنت

بہت پرانے زمانے کی بات ہے جب شداد نام کا بادشاہ روئے زمین پر حکومت کیا کرتا تھا۔ یہ قوم عاد کا مورثِ اعلیٰ تھا۔

اس کی شان و شوکت کا یہ عالم تھا کہ اس نے اپنے دور کے تمام بادشاہوں کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر لیا تھا اور تمام چھوٹے بادشاہ اس کی اطاعت کیا کرتے تھے۔

اس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نبیوں سے سن رکھا تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک جنت بنائی ہے اس جنت میں محلات ہیں اور وہ بھی سونے چاندی کے زمرد و یاقوت کے اور وہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں۔

ان آسائشات کا تذکرہ سن کر اس نے کہا کہ اس میں کیا کمال ہے ایسی جنت تو میں یہاں پر بھی بنا سکتا ہوں۔ اس نے سرکشی کرتے ہوئے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ ایسی جنت تعمیر کرو جس میں سونے چاندی کے محلات ہوں دودھ اور شہد کی نہریں اس میں بہتی ہوں وغیرہ وغیرہ۔

دولت کی شداد کے پاس کمی تو تھی نہیں لہٰذا اس نے باقاعدہ ایک بڑا شہر اس کیلئے مخصوص کر دیا۔

پھر اس شہر میں سونے اور چاندی کے محلات تعمیر کیے گئے۔ لعل اور یاقوت کے قیمتی پتھروں سے ان محلات کے ستون تیار کیے گئے۔

پتھروں کی جگہ قیمتی موتی استعمال کیے گئے۔

ہر محل کے گرد جواہرات بھری ہوئی نہریں بنائیں گئیں۔

خوبصورت درختوں سے اس شہر کو سجا دیا گیا غرض یہ کہ شداد نے اپنے خیال کے مطابق جنت کی تمام چیزیں آسائش، خوبصورتی، زینت و عیش و عشرت کا سامان اس شہر میں جمع کر دیا۔

کچھ عرصے بعد یہ شہر مکمل ہو گیا تو بادشاہ کے وزیروں نے شداد سے کہا کہ بادشاہ سلامت آپ کی خواہش کے مطابق جنت مکمل ہو چکی ہے اب آپ اس میں اپنا قدم رکھیں اور اس شہر کو زینت بخشیں۔

شداد اپنے وزیروں اور امراء کے ساتھ اس شہر کی طرف روانہ ہوا۔

ابھی یہ اپنی اس بنائی ہوئی جنت کے قریب ہی تھا کہ آسمان سے ایک ہولناک آواز سنائی دی۔

اور اس آواز کو سن کر اس سرکش بادشاہ شداد اور اس کے وزیروں کے دل پھٹ گئے اور یہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

اور شداد اپنی بنائی ہوئی جنت کو نہ دیکھ سکا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں حضرت عبداللہ بن قلابہ اپنے گم شدہ اونٹ تلاش کرتے ہوئے صحرائے عدن سے گزر کر اس شہر میں پہنچے۔ اور اس کی تمام زینتوں اور آرائشوں کو دیکھا مگر وہاں کوئی رہنے بسنے والا انسان نہیں ملا۔ یہ تھوڑے سے جواہرات وہاں سے لے کر چلے آئے۔ جب یہ خبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے عبداللہ بن قلابہ کو بلا کر پورا حال دریافت کیا اور انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا سب کچھ بیان کر دیا۔ پھر امیر معاویہ نے "کعب احبار" کو بلا کر دریافت کیا کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا شہر موجود ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ یہ شہر شداد بن عاد نے بنایا تھا لیکن یہ سب عذابِ الٰہی سے ہلاک ہوئے اور اس قوم میں سے کوئی آدمی بھی باقی نہیں رہا اور آپ کے زمانے میں ایک مسلمان جس کی آنکھیں نیلی، قد چھوٹا اور اس کے ابرو پر ایک تل ہوگا اپنے اونٹ کو تلاش کرتے ہوئے اس ویران شہر میں داخل ہوگا اتنے میں عبداللہ بن قلابہ آگئے تو کعب احبار نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ بخدا وہ شخص جو شداد کی بنائی ہوئی جنت کو دیکھے گا وہ یہی شخص ہے۔ (خزائن العرفان تفسیر از سورہ فجر)

جادوگر کا فریب

کسی زمانے میں ایک ملک پر کافر بادشاہ حکومت کیا کرتا تھا اس کے دربار میں ایک جادوگر تھا جو جادو کے زور پر اس کی حکومت کو سہارا دیتا تھا۔

جب جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا۔

بادشاہ سلامت! میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری موت کا وقت بھی قریب آ رہا ہے۔ مجھے ایک ایسا ذہین بچہ دیا جائے جس کو میں جادو سکھا دوں۔

بادشاہ نے ملک کے ذہین ترین لڑکوں کو جمع کیا اور اُن میں سب سے زیادہ ذہین لڑکے کو جادوگر کے پاس روانہ کر دیا۔

جادوگر اس ذہین لڑکے کو تعلیم دینے لگا لڑکا اس کے پاس جاتا تو راستے میں ایک عابد کا گھر پڑتا تھا جہاں وہ عبادت کے علاوہ کبھی وعظ و نصیحت میں مشغول ہوتا ہے یہ لڑکا بھی وہیں کھڑا ہو جاتا اور اس عابد کے طریقہ عبادت کو دیکھتا اور وعظ و نصیحت کو سنتا تھا۔

عابد کے وعظ و نصیحت کو سننے کیلئے جب رکتا تو جاتے ہوئے جادوگر کے پاس دیر سے پہنچتا اور واپسی میں رُکنے کے سبب سے گھر بھی دیر سے پہنچتا جس کی وجہ سے جادوگر بھی مارتا اور ماں بھی مارتی۔

ایک دن اس بچے نے عابد کے سامنے یہ شکایت بیان کی عابد نے کہا جب جادوگر تم سے پوچھے کیوں دیر لگ گئی تو کہنا کہ راستے میں دیر ہو جاتی ہے۔

یونہی وقت گزرتا رہا یہ لڑکا ایک طرف تو جادو سیکھتا رہا اور دوسری جانب عابد کی نیک مجلس میں بیٹھ کر دین کی تعلیم بھی حاصل کرتا رہا۔

ایک دن یہ جادوگر کے پاس جادو سیکھنے کیلئے جارہا تھا کہ دیکھتا ہے راستہ میں ایک بہت ہیبت ناک سانپ نے لوگوں کا راستہ روکا ہوا ہے اور خلقِ خدا پریشان ہو رہی ہے اِدھر والے اُدھر نہیں جاسکتے اور اُدھر والے اِدھر نہیں آسکتے۔

اس لڑکے نے سوچا کہ آج موقع اچھا ہے کہ میں امتحان کرلوں کہ عابد کا دین سچا ہے یا جادوگر کا۔ اس نے ایک پتھر اُٹھایا اور یہ کہہ کر اس سانپ پر پھینکا کہ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک عابد کا دین اور اس کی تعلیم جادوگر کی تعلیم سے زیادہ محبوب ہے تو تُو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کردے تاکہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے۔ پتھر لگتے ہی وہ سانپ مر گیا اور لوگوں کو اس پریشانی سے نجات عطا ہوئی۔

لڑکے نے یہ بات عابد کو جاکر بتائی۔

عابد نے اس لڑکے سے کہا! پیارے بچے تو مجھ سے افضل ہے اب خدا کی طرف سے تیری آزمائش ہوگی اگر ایسا ہو تو میری خبر نہ کرنا۔

وقت گزرتا رہا اور اس بچے کے پاس حاجت مند لوگوں کا تانتا بندھ گیا اور اس کی دعا سے بیماروں کو شفا ملنے لگی۔ دور دور تک اس کی شہرت پھیل گئی۔

بادشاہ کا ایک وزیر نابینا تھا جب اس نے اس لڑکے کی شہرت سنی کہ وہ نابیناؤں کو بینا کر دیتا ہے تو وہ بہت سارے تحفے تحائف لے کر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر تم مجھے شفا دے دو تو یہ سب تحفے تحائف تمہیں دے دوں گا۔

لڑکے نے کہا کہ شفا میرے ہاتھ میں نہیں ہے میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا شفا دینے والا تو اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اگر تم شرک سے توبہ کرلو اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان لے آؤ تو میں اُس سے دعا کروں گا۔

وزیر نے ایمان لانے کا اقرار کیا۔

بچے نے اس کیلئے دُعا کی اور وزیر کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شفا دے دی اور اس کی بینائی واپس لوٹ آئی۔

وزیر بادشاہ کے دربار میں واپس آیا اور جس طرح پہلے کام کیا کرتا تھا اسی طرح کام کرنے لگا اور اس کی آنکھیں روشن ہو چکی تھیں۔

بادشاہ نے تعجب سے پوچھا! کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں؟

اُس نے کہا، میرے ربّ نے دیں۔

بادشاہ نے کہاہاں! یعنی میں نے دی ہیں۔

وزیر نے کہا! نہیں تیرا اور میرا ربّ اللہ ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ کیا تیرا ربّ میرے علاوہ کوئی اور ہے؟

وزیر نے کہا! ہاں میرا اور تیرا ربّ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے جو ہمارا خالق اور ہمیں پالنے والا ہے۔

بادشاہ نے اس کو بہت مارا، طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں دینے لگا اور پوچھنے لگا کہ تجھے یہ تعلیم کس نے دی ہے؟

آخر اس نے تکلیفوں اور ایذاؤں کے سبب بتادیا کہ میں نے اس بچے کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا ہے اور کفر و شرک سے توبہ کرلی ہے۔

بادشاہ نے اُس لڑکے کو دربار میں بلایا اور اُس سے کہا کہ اب تو تم جادو میں اس قدر ماہر ہوگئے ہو کہ بیماروں کو تندرست کرنے لگے ہو۔

لڑکے نے جواب دیا! جی نہیں شفا دینے والی ذات تو میرے ربّ کی ہے نہ میں شفا دے سکتا ہوں اور نہ کوئی جادوگر کسی کو شفا دے سکتا ہے۔

وہ کہنے لگا کہ تیرا ربّ تو میں ہی ہوں۔

اس نے کہا، ہرگز نہیں۔

بادشاہ نے کہا کہ کیا تو میرے سوا کسی اور کو اپنا رب مانتا ہے تو اس لڑکے نے کہاہاں میرا اور تیرا ربّ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔

بادشاہ نے اس لڑکے کو بھی طرح طرح کی ایذائیں پہنچانا شروع کردیں۔

ایک دن بادشاہ نے اپنے جلادوں کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ اور جب دریا کے درمیان میں پہنچو تو اس لڑکے کو کشتی سے دھکا دے کر دریامیں ڈبو دینا۔ اس نے ہمارا نام ڈبو دیا اور ہماری سات پشتوں کو بٹہ لگادیا ہے لہٰذا اس ناخلف کو بھی ڈبو دیا جائے۔

جلاد اس لڑکے کو کشتی میں بٹھا کر لے گئے اچانک کشتی اُلٹ گئی سب ڈوب گئے اور یہ لڑکا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے صحیح سلامت بچ گیا۔

پھر بادشاہ سے آکر کہا کہ اس سچے خدا نے مجھ کو بچالیا اور جھوٹوں کو ڈبو دیا۔

یہ سن کر تو بادشاہ آپے سے باہر ہو گیا اور سپاہیوں کو حکم دیا۔

اس ناخلف لڑکے کو کسی اونچے پہاڑ پر لے جاؤ اور وہاں سے اس کو دھکا دے دو تاکہ اس کی ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں۔

سپاہی جب اس کو پہاڑ پر لے کر چڑھے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت سے ایک آندھی آئی جس نے ان سپاہیوں کو پہاڑ سے گرا دیا اور اس آندھی نے اس لڑکے کا کچھ بھی نہ بگاڑا۔

لڑکا پھر بادشاہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ دیکھو اس سچے خدا نے مجھے پھر بچالیا اور جھوٹوں کو گرا دیا۔

بادشاہ شدید جھنجلا گیا اس نے جلاد کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔

لڑکے نے کہا کہ اگر تم اپنے سارے لشکر کو بھی جمع کر لو تب بھی میرا بال بیکا نہیں کر سکتے اگر تم مجھے مارنا چاہتے ہو تو جیسے میں کہوں ویسا کرو تب ہی تم مجھے مار سکو گے ورنہ تمہاری ساری تدبیریں ناکام ہو جائیں گی۔

بادشاہ نے کہا، جلدی بتاؤ میں تمہارا وجود ایک لمحہ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

لڑکے نے کہا کہ ایک میدان میں سب لوگوں کو جمع کرو اور پھر مجھے سولی پر چڑھاؤ اور میرے اوپر یہ کہہ کر تیر چلاؤ کہ میں تجھے خدائے برحق کے نام سے مارتا ہوں میں فوراً ہی مر جاؤں گا۔

پس بادشاہ جو اپنی تمام تدابیر میں مکمل ناکام ہو چکا تھا ایسا ہی کیا۔

نادان بادشاہ دانا لڑکے کی حکمت سے آگاہ نہ تھا کہ جب سارے لشکر اور تمام لوگوں کے سامنے مجھے میرے بتائے ہوئے الفاظ کہہ کر تیر مارے گا تو لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ خدا نہیں ہے اور میرے دین کو سچا ثابت کر دے گا تو سب لوگ اس کے دین سے پھر جائیں گے۔

ہاں میں تو جان سے جاؤں گا مگر اہل جہان کا ایمان محفوظ ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا بادشاہ نے وہ الفاظ کہے اور تیر چلا دیا جیسے ہی بادشاہ نے تیر چلایا لڑکے نے اپنی جان، جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

لیکن وہاں موجود ہجوم میں ایک ہلچل مچ گئی اور ایک شور مچ گیا ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے آدھے سے زیادہ ہجوم اس لڑکے کے غم میں زارو قطار رو رہا تھا۔

بادشاہ نے جب یہ حال دیکھا تو وہ لڑکے کی حکمت کو سمجھ گیا کہ لڑکا خود تو مر گیا مگر میرے ملک اور میری بادشاہت کو بھی مار گیا۔

مگر اس صورتحال سے بھی اس نے حق کو نہ سمجھا اور مزید ظلم و ستم پر آمادہ ہو گیا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اسی وقت ایک گڑھا چالیس ہاتھ لمبا، چالیس ہاتھ چوڑا، اور چالیس ہاتھ گہرا کھودا جائے اور اس میں آگ بھڑکا دی جائے۔

اور جو کوئی اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے اُس کو اس آگ کے گڑھے میں پھینک دیا جائے۔

لہٰذا بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ جس شخص نے بھی اسلام قبول کیا اُس کو اس آگ میں پھینک دیا گیا۔

ان ایمان داروں میں ایک عورت بھی شامل تھی بادشاہ کے کارندوں نے اس کو بہت ڈرایا دھمکایا کہ اسلام سے باز آجا ورنہ تجھے تیرے بچوں سمیت جلا دیں گے۔

عورت نے ثابت قدمی کے ساتھ جواب دیا، تم جو دل چاہے کرو میں خدائے برحق سے منہ نہ موڑوں گی۔

بادشاہ کے کارندوں نے اس کے ایک ایک بچے کو باری باری آگ میں پھینکنا شروع کر دیا مگر حلاوتِ ایمان کے سبب اُف تک نہیں کیا اور رضائے الٰہی پر صبر و شکر کرتی رہی جب اس کے سب بچوں کو آگ میں پھینک دیا گیا تو کارندے اس بچے کی طرف لپکے جو ابھی اس عورت کی گود میں تھا جیسے ہی اس کے گود کے بچے کو ان ظالموں نے چھینا اس کی ممتا جاگ اُٹھی لیکن اس سے پہلے کہ شیطان اس کے ایمان کو لوٹتا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس بچے کو قوتِ گویائی عطا کی اور اس بچے نے بڑی صاف آواز میں کہا:

اے ماں! بالکل فکر نہیں کر وسب بھائی میرے جنت کو گئے میں بھی جاتا ہوں پس بچے کی یہ بات سن کر ماں کو قرار آ گیا۔

بادشاہ کے کارندوں نے اس کے بچے کو گود سے لے کر آگ میں پھینک دیا۔

تب اس ماں نے بے تاب ہو کر ایک چیخ ماری اسی وقت ایک آگ کا شعلہ لپکا اور کافر بادشاہ اور اس کے لشکر کو اس شعلہ نے جلا کر خاک کر دیا۔

جو ایمان دار باقی تھے اللہ کے حکم سے اُن سب کو امان مل گئی۔

ہاتھی والوں کی عبرتناک موت

یمن کے باشندے ستاروں کی پوجا کیا کرتے تھے اور مختلف ستاروں کی پوجا کرنے کیلئے انہوں نے بڑے بڑے عبادت خانے بنا رکھے تھے اور رات کو وہ وہاں جاکر ان ستاروں کی پرستش کیا کرتے تھے۔

آہستہ آہستہ وہاں پر عیسائیت پھیلنے لگی اور بہت سارے لوگوں نے عیسائیت قبول کرلی۔

یمن میں عیسائیت کی تبلیغ میں سب سے زیادہ وہاں کے والی ابراہہ نے کردار ادا کیا۔

ابراہہ نے شہروں میں بڑے بڑے گرجاگھر تعمیر کیے اور یمن کے دارالحکومت کے اندر ایک بہت عظیم الشان گرجاگھر بنایا جس کو عرب کے لوگ "القلیس" کہا کرتے تھے۔

ابراہہ نے اس گرجاگھر کو سجانے کیلئے دل کھول کر روپیہ خرچ کیا۔ دنیا بھر سے کاریگروں کو اُس نے بلایا۔

ابراہہ نے یہ سب کام اس لیے کئے تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ عیسائیت کی طرف مائل ہو سکیں۔

لیکن ان تمام تر کوششوں کے باوجود عیسائیت کی تبلیغ میں ابراہہ کامیاب نہیں ہو سکا۔

ابراہہ کی ناکامی کی اصل وجہ یہ تھی کہ مکہ کے اندر سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیّدنا اسمٰعیل علیہ السلام نے جو کعبہ شریف تعمیر کیا تھا عرب کے ہر باشندے کو اس سے بڑی عقیدت اور محبت تھی اور عرب کے باشندے اُسے کسی قیمت پر چھوڑنے کو تیار نہیں تھے۔

لہٰذا ابراہہ نے اپنے قاصدوں کو تمام عرب میں پھیلا دیا اور اُن قاصدوں نے ہر جگہ جاکر ابراہہ کے بتائے ہوئے عیسائی گرجاگھر کی خوب خوب تعریفیں کیں اور کہا کہ ابراہہ نے کعبہ سے بھی زیادہ خوبصورت ایک جگہ بنائی ہے لہٰذا تم سب لوگ وہاں آؤ اور یہ تم لوگ جو مکہ میں جاتے ہو وہاں سیاہ پتھروں کی بنی ہوئی عمارت ہے کعبے کے بجائے یمن میں آؤ اور یہاں جو القلیس نام کا گرجاگھر بنا ہے اس میں آکر اپنا حج کیا کرو۔

لیکن عرب کے لوگوں نے ابراہہ کے قاصدوں سے کہا کہ تمہارا محل خواہ کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو کتنا ہی حسین کیوں نہ ہو ہمیں تو مکہ میں موجود سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیّدنا اسمٰعیل علیہ السلام کا بنایا ہوا کعبہ شریف ہی اچھا لگتا ہے ہم وہاں جاکر ہی حج کریں گے اور اسی سیاہ پتھروں کی عمارت کا طواف کریں گے۔

جب تمام قاصدوں نے ابراہہ کو یہی بات بتائی تو ابراہہ نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر میں اس کعبہ کو گرا دوں تو پھر عرب کے سارے لوگ ہمارے گرجے میں آنے لگیں گے۔

اسی دوران ایک ایسا واقعہ ہو گیا کہ جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور ہوا یہ کہ عرب کے چند لوگ سفر کر رہے تھے راستے میں رات ہو گئی تو وہ لوگ اسی گرجا گھر کے پڑوس میں ٹھہر گئے اور رات کا کھانا پکانے کیلئے آگ جلائی اسی دوران خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اچانک آندھی آگئی اور کوئی چنگاری اُڑ کر اس گرجا گھر میں چلی گئی اور اس نے اس گرجا گھر کو جلا ڈالا۔

ابراہہ کو جب گرجا گھر کے جلنے کا معلوم ہوا تو وہ غصہ سے پاگل ہو گیا۔

اس نے اپنی فوجوں کو مکہ پر چڑھائی کا حکم دے دیا کہ تمام فوجی تیار ہو جائیں تاکہ خانہ کعبہ کو گرا دیا جائے۔ ابراہہ لشکر لے کر مکہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

ابراہہ کی ان جنگی تیاریوں کی خبر سارے عرب میں پھیل گئی اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے پیروکاروں کی بڑی تعداد ابراہہ کے سامنے آگئی تاکہ خانہ کعبہ کا دِفاع کر سکیں مگر ابراہہ کی فوج نے ان کو شکست دے دی یہاں تک کہ ابراہہ مکہ پہنچ گیا۔

جب ابراہہ کا لشکر مکہ پہنچا تو وہاں اس کے لشکر نے لوٹ مار شروع کر دی اور لوگوں کے مویشی بھیڑ، بکریاں اور اونٹ ہانک کر اپنے ساتھ لے گئے۔ ان اونٹوں میں حضرت عبدالمطلب جو کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دادا جان ہیں ان کے بھی دو سو اونٹ شامل تھے۔

ابراہہ نے ایک سفیر، مکہ کے لوگوں کے پاس بھیجا اس نے آکر لوگوں سے پوچھا تمہارا سردار کون ہے؟

لوگوں نے حضرت عبدالمطلب کی طرف اشارہ کر دیا۔

وہ حضرت عبدالمطلب کے پاس آیا اور انہیں ابراہہ کا پیغام پہنچایا کہ ابراہہ اُن سے جنگ کرنے نہیں آیا بلکہ خانہ کعبہ کو گرانے آیا ہے۔

اس لئے اہل مکہ اگر اپنی جان اور مال کی خیریت چاہتے ہیں تو ہم سے نہ لڑیں کیونکہ اگر اہل مکہ نے ہم سے لڑنے کی کوشش کی تو آپ ہی کا نقصان ہو گا۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا، یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا گھر ہے اور اس کے خلیل کا حرم اگر وہ چاہے گا تو خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔ ورنہ جیسے اس کی مرضی۔

ابراہہ کے سفیر نے حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ چلئے تاکہ ابراہہ سے ملاقات کر لیں۔

حضرت عبدالمطلب اس سفیر کے ساتھ ابراہہ کے پاس پہنچ گئے آپ کی بارُعب شخصیت اور نورانی چہرہ کو دیکھ کر ابراہہ بہت متاثر ہوا۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ

ابراہہ! تمہارا لشکر میرے دوسو اونٹ ہانک کرلے آیا ہے وہ اونٹ میرے ہیں مجھے واپس کردو۔

ابراہہ نے کہا آپ کو اپنے اونٹوں کی پڑی ہے اور اس کعبہ کی کوئی پرواہ نہیں جس کی وجہ سے آپ کی عزت کی جاتی ہے۔

آپ نے بڑی سادگی سے جواب دیا:۔

میں اونٹوں کا مالک ہوں اور ان کی حفاظت میری ذمہ داری ہے اور اس گھر یعنی کعبہ شریف کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔

ابراہہ نے بڑے غرور سے کہا، اب اس گھر کو گرانے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔

حضرت عبدالمطلب واپس تشریف لائے اور قریش کو حکم دیا کہ سب کے سب مکہ سے نکل جائیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ جائیں۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ ابراہہ کا لشکر ان کو بھی تہس نہس کردے۔

اس کے بعد آپ خانہ کعبہ تشریف لائے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کی:۔

اے اللہ! میں تیرے بغیر اس کے مقابلے کی ہمت نہیں رکھتا اپنے حرم کو ان سے بچا اور اس کی حفاظت فرما۔

دعا کے بعد آپ بھی پہاڑوں پر تشریف لے گئے۔

دوسرے دن ابراہہ نے اپنے لشکر کو کعبہ شریف پر چڑھائی کا حکم دیا۔

اس لشکر میں بارہ جنگی ہاتھیوں کا دستہ بھی شامل تھا سب سے بڑے ہاتھی پر ابراہہ خود بیٹھا ہوا لشکر کی قیادت کررہا تھا۔

جب اس ہاتھی کو کعبہ کی طرف پیش قدمی کیلئے ہانکا گیا تو اس ہاتھی نے آگے بڑھنے سے انکار کردیا اور وہ آگے بڑھنے سے مزاحمت کرنے لگا۔

اگر اسے کسی اور طرف چلاتے تو چلنے لگتا لیکن کعبہ شریف کی جانب بڑھنے سے گریز کرتا۔

ابھی یہی صورتحال تھی کہ اچانک ایک طرف سے ابابیل پرندوں کا ایک غول آتا دکھائی دیا ان کے پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں اور چونچ میں بھی ایک ایک کنکری موجود تھی۔

اور یہ کنکر بہت بڑے نہیں تھے بلکہ مسور کی دال کے برابر تھے۔

ہر سوار پر پرندہ ایک کنکری مارتا اور وہ کنکری اس کے لوہے کے خول سے نکل کر زمین میں دھنس جاتی لشکر کے زیادہ تر سپاہی تو وہیں ہلاک ہوگئے اور جو لوگ باقی بچ گئے وہ وہاں سے بھاگ جانے میں کامیاب ہوگئے لیکن ان کے جسموں میں ایسے چھوٹے چھوٹے پھوڑے نکل آئے جن میں ہر وقت خارش ہوتی اور وہ ہر وقت کھجاتے رہتے تھے جس کی وجہ سے ان کے جسموں سے خون اور پیپ بہنے لگا۔ گوشت گل سڑ کر جھڑنے لگا۔

ابرہہ اور اس کے ساتھیوں کا انجام آخر کار یہ ہوا کہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر عبرت کی موت مر گئے۔

اس واقعہ کو قرآن کریم نے سورہ فیل میں بیان کیا ہے:۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝ (پ ۳۰۔ سورہ فیل)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے ربّ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کیا اللہ نے ان کے مکر و فریب کو ناکام نہیں بنا دیا اور (وہ یوں کہ) بھیج دیئے ان پر ہر سمت سے پرندے' ڈاروں کے ڈار جو برساتے تھے ان پر کنکر کی پتھریاں پس بنا ڈالا ان کو جیسے کھایا ہوا بھوسہ۔

کعب بن اشرف کا انجام

یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کی شیطانیاں دن بدن بڑھتی جارہی تھیں۔ کعب بن اشرف یہودیوں کا سردار تھا اور اس کے سینے میں اسلام دشمنی کی آگ ہر وقت جلتی رہتی تھی کوئی بھی موقع ہو یہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آتا۔

غزوۂ بدر میں اسلام کو فتح نصیب ہوئی ہے تو اس بدبخت شخص نے یہ جملے کہے تھے، قسم خدا کی اگر یہ سچ ہے کہ اسلام کو فتح نصیب ہوئی ہے تو زمین پر زندہ رہنے سے بہتر یہ ہے کہ ہمیں زمین اپنے پیٹ میں دفن کرلے۔

کچھ ہی دِنوں میں اس بات کی تصدیق بھی ہوگئی کہ غزوہ بدر میں کفر کو شکست اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔

کعب بن اشرف یہودی کے سینے میں اسلام دشمنی کی آگ تو پہلے ہی جل رہی تھی حسد کے سبب یہ آگ اور بھڑک اُٹھی اور یہ مکار شخص مکہ پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر کافروں سے تعزیت کرنے لگا اور جھوٹ موٹ روتے ہوئے کہنے لگا بھئی مجھے تو بڑا افسوس ہوا آپ کے نوجوان مارے گئے اب آپ مسلمانوں سے بدلہ لیں غرض یہ کہ مکہ کے کافروں کے سینوں میں انتقام کی آگ کو یہ خوب بھڑکا کر مدینے واپس آگیا۔

اسلام تیزی سے عرب کی سرزمین پر پھیل رہا تھا اور کعب بن اشرف یہودی بڑا پریشان تھا کہ کس طرح اسلام کو پھیلنے سے روکے اس کا بس ہی نہیں چلتا تھا کہ وہ اسلام کو ختم کرڈالے۔

اسلام دشمنی میں اندھے ہوکر مسلمان خواتین کے خلاف بیہودہ اشعار کہتا عفت شعار مسلمان خواتین کے نام سے جھوٹے افسانے اور کہانیاں گھڑ گھڑ کر لوگوں کو سناتا۔ اسے کئی بار مسلمانوں نے سمجھایا کہ ایسا نہیں کرو یہ اچھی بات نہیں ہے مگر وہ شیطان اپنی شرارتوں سے باز ہی نہیں آیا بلکہ اب تو اس نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بھی گستاخی شروع کردی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ اشعار اور کہانیاں گھڑنے لگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا، ہمیں اس کعب بن اشرف کی شرارت سے کون بچائے گا۔

ایک صحابی محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس کو قتل کرنے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کعب بن اشرف کا سر تن سے جدا کرنے کیلئے روانہ ہوگئے اور پھر انہوں نے کعب بن اشرف کو شانِ رسالت میں گستاخی کی سزا وہی دی جو گستاخانِ رسول کو ہمیشہ سے دی جاتی رہی ہے۔

یعنی سر تن سے جدا کردیا۔

یوں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گستاخ اپنے انجام کو پہنچا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھو

امّی جان! امّی جان! آج ہماری مس ہمیں بتا رہی تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اور تعظیم ہم سب پر فرض ہے۔

اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا جائے تو درود شریف پڑھنا چاہیے۔

ننھی سائرہ ایک ہی سانس میں بہت سی باتیں کرتی رہی۔

جی ہاں بیٹا کیونکہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اللہ کے محبوب رسول ہیں۔۔۔۔ اللہ کے حبیب ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر اللہ پیدا نہیں کرتا تو اللہ یہ کائنات بھی نہیں بناتا۔

امّی اور بھی کچھ بتایئے نا ہمیں پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کیونکہ مس بتا رہی تھیں کہ قرآن کریم میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم اور ادب کیلئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قوانین بنائے ہیں۔ بارہ سالہ سعد بھی کپڑے تبدیل کر کے امّی کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے ادب سے کہنے لگا۔

اچھا ایسا ہے کہ کھانا میں نے لگا دیا ہے تم لوگ کھانا کھالو پھر آرام کرو شام کو میں تمہیں قرآن کریم کے وہ تمام احکام و واقعات ایک ایک کر کے سناؤں گی جن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب اور تعظیم کے قوانین بیان فرمائے ہیں۔

شام میں سب بہن بھائی لاؤنج میں جمع ہو گئے جی امّی جان! اب آپ ہمیں قرآن حکیم کے وہ تمام احکام و واقعات سنایئے جن میں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب اور تعظیم کے قوانین بیان کیے گئے ہیں۔

ہاں بھئی ہاں بالکل مجھے بیٹھ تو جانے دو بچوں کی بے تابی دیکھتے ہوئے امی مسکرا کر بولیں۔

پیارے بچو!

دنیا میں بہت سے بادشاہوں نے حکومت کی انہوں نے اپنی تعظیم کے بہت سارے قانون بنائے کہ ہمارے دربار میں آؤ تو اس طرح آؤ، جب جاؤ تو اس طرح جاؤ۔۔۔۔۔ ہمارے دربار میں بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے، ادب سے کھڑے ہونے کا طریقہ یہ ہے اور جب گفتگو کی جائے تو ہمارے بنائے ہوئے قانون کے مطابق کی جائے۔

لیکن بچو!

اس دنیا میں ایک دربار ایسا بھی ہے جہاں کے بادشاہ کیلئے ادب و احترام، تعظیم و توقیر کے قوانین بادشاہ نے نہیں بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بنائے ہیں کہ ہمارے محبوب کے دربار میں کیسے آؤ۔۔۔ کیسے بیٹھو۔۔۔ کیسے بات کرو۔۔۔

بتاؤ بچو وہ دربار کس کا ہے؟

وہ دربار ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے تمام بچوں نے ایک ساتھ جواب دیا۔

اب میں تمہیں پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا ایک واقعہ سناتی ہوں۔

یہ عہدِ رسالت کی بات ہے کہ عید الاضحیٰ قریب آچکی تھی اور لوگ جانوروں کی قربانی کی تیاریاں کر رہے تھے ہر روز کسی نہ کسی مسلمان کے کوئی نہ کوئی جانور آرہا تھا کوئی بکرا لا رہا تھا کوئی گائے کی قربانی کر رہا تھا اور کوئی اللہ کی رضا کیلئے اونٹ کی قربانی کر رہا تھا اور آج انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں اور عید الاضحیٰ قریب آگئی اس دن اللہ کی رضا کیلئے مسلمان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد میں قربانی کرتے ہیں۔

کچھ صحابہ اکرام نے اللہ ہی کی رضا کیلئے ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قربانی کرنے سے پہلے قربانی کرلی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ اس کے محبوب کے قربانی کرنے سے پہلے ان لوگوں نے قربان کرلی۔

لہٰذا اسی وقت جبریل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے:۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اے ایمان والو! آگے نہ بڑھا کرو اللہ اور اس کے رسول سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے

بے شک اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ (پ۲۶۔ سورہ حجرات:۱)

اب ان تمام مسلمانوں نے جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قربانی کرنے سے پہلے قربانی کی تھی دوبارہ قربانی کی۔

دیکھا بچو!

آپ نے قربانی تو ان مسلمانوں نے اللہ ہی کی رضا کیلئے کی تھی مگر اللہ چاہتا ہے کہ کوئی بھی نیک عمل ہو جب میرا محبوب انجام دے لے تو میرے محبوب کی نقل میں کرو تب تمہارا نیک عمل قبول ہوگا ورنہ نہیں۔

کل میں آپ سب بچوں کو دربار رسالت میں بات کرنے کے آداب کے بارے میں بتاؤں گی اب آپ لوگ اپنے اسکول کا کام کریں۔ (تفسیر الدر المنثور، تفسیر مظہری)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بات کرنے کے آداب

ہاں بچو! آج میں تمہیں یہ بتاؤں گی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بات کرنے کا ادب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کیا سکھایا ہے۔

دربارِ رسالت لگا ہوا تھا صحابہ کرام پروانوں کی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد جمع تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے کسی معاملے پر مشورہ فرمارہے تھے بات ہوتے ہوتے کچھ بزرگوں کو خیال نہیں رہا اور ان کی آواز کچھ بلند ہوگئی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے پیارے محبوب کے دربار میں یہ اندازِ گفتگو اچھا نہیں لگا اور فوراً ہی جبریل امین یہ آیت لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (۲۶۔ سورہ حجرات:۲)

اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی آواز سے اور نہ زور سے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے بات کرتے ہو (اس بے ادبی کی وجہ سے) کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

بچو!

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بارگاہِ رسالت کے ادب کی تعلیم دی کہ میرے محبوب کے دربار میں گفتگو کس طرح کی جائے اور اگر میرے محبوب کے سامنے تم نے ادب و احترام کا خیال نہیں رکھا تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگئی تو تمہارے اعمال یعنی تمہاری نماز، تمہارا روزہ، تمہارا جہاد، تمہارا حج، تمہارا صدقہ وخیرات وغیرہ سب کے سب ضائع ہوجائیں گے۔

پیارے بچو! جب یہ آیت نازل ہوگئی تو صحابہ کرام نے آہستہ بات کرنے کو اپنا معمول بنالیا۔

اور اس کے بعد جب بھی کوئی وفد مدینے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کیلئے پہنچتا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک آدمی کو بھیجتے جو انہیں بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری کے آداب بتاتا تھا۔

پیارے بچو! ایک بات پر غور کرو کہ صحابہ کرام کا مقصد ہرگز ہرگز بلند آواز سے گفتگو کرنا نہیں تھا نہ آپ کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنا تھا بلکہ وہ تو خواب میں بھی آپ کی شان میں کسی معمولی بے ادبی کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یہ بات بھی گوارا نہیں کہ بے خیالی میں بھی کوئی ایسی بات ہو جو میرے محبوب کی شان کے خلاف ہو۔

حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ

بار گاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہجوم ہر وقت ہی رہا کرتا تھا۔

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے ہر صحابی کا خیال رکھتے تھے اگر کوئی صحابی بیمار ہو جاتے تو ان کی عیادت کو جاتے اور ان کی مدد بھی فرمایا کرتے تھے۔

دو دِن حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ بار گاہِ رسالت میں حاضر نہیں ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ ثابت بن قیس کہاں ہیں؟

صحابہ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ! وہ تو گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے ہیں اور دن رات بس روتے رہتے ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ان کے گھر روانہ کیا کہ انہیں بلا کر لاؤ۔

جب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ثابت سنا ہے تم آج کل صرف دن رات روتے رہتے ہو اس کی وجہ کیا ہے؟

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ! آپ کے علم میں ہے کہ مجھے سنائی ذرا کم دیتا ہے جس کی وجہ سے میری آواز بھی تیز ہو جاتی ہے اور اللہ سبحانہ وتعالٰی نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دربار میں حاضری کے آداب میں یہ حکم دیا ہے کہ میرے محبوب کے سامنے تمہاری آواز بلند نہ ہو لہٰذا مجھے ڈر ہے کہ میں اپنی اس بیماری کے سبب اونچی آواز میں بات نہ کر بیٹھوں اور میرے سارے اعمال ضائع ہو جائیں۔

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:۔

"اے ثابت! تم خیریت سے جیتے رہو گے خیریت سے تمہیں موت آئے گی اور تم جنتیوں میں سے ہو"۔ (تفسیر مظہری)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب و احترام

عین تیز دوپہر کے وقت جب سورج کی تپش ہر شئے کو جھلسائے دے رہی تھی کہ عرب کے چند بدوؤں کا قافلہ اسلام قبول کرنے کے شوق میں مسجد نبوی کے دروازے پر پہنچ گیا ابھی وہ اپنے اونٹوں اور گھوڑوں سے اترے بھی نہیں تھے کہ اسلام قبول کرنے کے شوق میں بے تاب ہو کر پوچھنے لگے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت کہاں تشریف فرما ہیں؟

لوگوں نے جواب دیا کہ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے حجرہ میں آرام فرما رہے ہوں گے۔

بس اتنا سننا تھا کہ قافلہ والوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حجرہ کے باہر سے آوازیں دینا شروع کر دیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائیے اور ہمیں اپنا کلمہ پڑھا کر دائرہ اسلام میں داخل کر لیجئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرہ کے باہر تشریف لے آئے اور انہیں اسلام کی دولت سے نواز دیا لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ اس کے محبوب کے آرام میں خلل پڑے اور اسی وقت جبریل امین یہ آیت لے کر حاضر ہوئے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (پ ۲۶۔ سورہ حجرات:۴۔۵)

بے شک جو لوگ پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے باہر سے ان میں اکثر ناسمجھ ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ باہر تشریف لے آتے ان کے پاس تو یہ ان کیلئے بہت بہتر ہوتا اور اللہ غفور رحیم ہے۔

پیارے بچو!

ذرا آپ سوچئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو چاہتے ہی یہی ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا پیغام پہنچائیں لوگ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان لائیں پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرض منصبی بھی یہی ہے مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آرام زیادہ محبوب ہے اور ایک ادب یہ سکھایا کہ آپ کو حجرہ کے باہر سے آواز نہیں دی جائے بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتظار کیا جائے اور جب سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود تشریف لائیں تو لوگ شرف زیارت سے مشرف ہوں۔

گستاخِ رسول ابو رافع یہودی کا عبرتناک انجام

ابو رافع یہودی کی اسلام دشمنی میں حد سے زیادہ اضافہ ہو چکا تھا۔

عرصہ دراز سے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کی اسلحہ اور دولت سے مدد کر رہا تھا اور اب تو معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں بھی کرنے لگا تھا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی گستاخی کی سزا دینے کیلئے حضرت عبد اللہ ابن عتیک کو روانہ فرمایا۔

حضرت عبد اللہ ابن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ابو رافع کے قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے جانوروں کو واپس قلعے میں لا رہے تھے۔

حضرت عبد اللہ ابن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آپ اسی جگہ بیٹھ جائیں میں جاتا ہوں اور دربان سے بہانہ کر کے اندر جانے کی کوشش کروں گا۔

یہ کوشش کرتے کرتے قلعے کے دروازے کے نزدیک پہنچ گئے اور دروازے کے قریب کپڑے سمیٹ کر ایسے بیٹھ گئے جیسے کوئی رفع حاجت کیلئے بیٹھا ہو دوسرے لوگ اندر داخل ہو چکے تھے کچھ دیر تک قلعے کے دربان نے ان کا انتظار کیا پھر اس نے کہا اے اللہ کے بندے اگر اندر آنا ہے تو آجاؤ میں دروازہ بند کرنے لگا ہوں۔

حضرت عبد اللہ اندر داخل ہو کر ایک کنارے پر چھپ گئے جب تمام لوگ اندر داخل ہو گئے تو دربان نے دروازہ بند کر دیا اور چابیاں ایک کیل کے ساتھ لٹکا دیں۔

آگے کیا ہوا؟ عبد اللہ ابن عتیک کی زبانی سنئے:۔

اس کے بعد میں اُٹھا اور میں نے کیل سے چابیوں کا گچھا نکال لیا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ اوپر صحن میں قصہ خوانی ہو رہی ہے جب قصہ خوان اس کے پاس سے چلے گئے تو میں آگے کی طرف بڑھنے لگا جس دروازے کو میں کھولتا اسے اندر سے بند کر دیتا تاکہ کوئی اور اندر داخل نہ ہو سکے اور اگر دیگر یہودیوں کو میرا پتہ بھی لگ جائے تو ان کے پہنچنے تک ابو رافع کا کام تمام کر دوں آخر کار میں اس کے گھر تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب میں اس کے گھر میں داخل ہوا تو گھر میں اندھیرا تھا کیونکہ انہوں نے چراغ بجھا دیا تھا اور گستاخ ابو رافع یہودی اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔

اندھیرے کی وجہ سے مجھے نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ ابو رافع کہاں ہے؟

میں نے آواز دی اے ابو رافع!

اس نے کہا کون ہے؟

میں نے آواز کا تعاقب کیا اور اس پر تلوار کا بھرپور وار کر ڈالا مگر وہ بچ گیا اور چلانے لگا۔

اس سے پہلے کے اس کے چلانے کی آواز سن کر اس کا کوئی مددگار اس تک پہنچتا میں نے آواز بدل کر پھر اس طرح آواز دی کہ جیسے کہ میں اس کا مددگار ہوں۔

میں نے کہا اے ابو رافع! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟

اس نے کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ کسی آدمی نے مجھ پر تلوار کا وار کیا ہے۔

آواز سنتے ہی میں نے دوسرا وار اس پر کیا لیکن ابھی بھی وہ مرا نہیں تھا میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر زور دیا تو اس کی کمر سے پار نکل گئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ اس کی موت واقع ہو گئی ہے۔

پھر میں واپس ہونے لگا یہاں تک کہ ایک منزل سے اترتے ہوئے گر پڑا اور میرا پاؤں ٹوٹ گیا میں وہیں دروازے کے پاس بیٹھ گیا کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک مجھے اس گستاخ کے مرنے کا یقین نہ ہو جائے۔

جب صبح مرغے نے اذان دی تو ایک شخص قلعے کی دیوار پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کرنے لگا کہ

لوگو! اہل حجاز کا تاجر ابو رافع یہودی مر گیا ہے۔

پس میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور انہیں ابو رافع کے واصل جہنم ہونے کی خوشخبری سنائی۔

پھر ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کر دیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے پھیلا دیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس پر پھیر دیا تو ایسا ہو گیا جیسے اس میں سرے سے کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں تھی۔ (بخاری شریف کتاب المغازی)

عبد اللہ ابن خطل اور اس کی باندیوں کا انجام

بتوں کی پرستش میں مصروف عبد العزیٰ کے دل میں نہ جانے کیا آیا کہ اس نے بتوں کی پرستش کو ترک کرکے مدینہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا اسلامی نام عبد اللہ رکھا اور اسے صدقات وصول کرنے کیلئے قبائل پر متعین کیا اور ایک انصاری کو بھی اس کے ساتھ کر دیا تاکہ عبد اللہ ابن خطل کی خدمت کرے۔

ایک دن وہ اپنے خادم کے ہمراہ ایک قبیلہ میں گیا اور اپنے خادم کو حکم دیا کہ وہ اس کیلئے کھانا تیار کرے اور خود سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ خادم سویا ہوا ہے اور اس نے کھانا بھی تیار نہیں کیا۔ غصے میں ابن خطل بے قابو ہو گیا اور سوتے ہی میں اس کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ میں واپس لوٹ گیا۔

عبد اللہ ابن خطل ایک شاعر بھی تھا واپس مکہ آنے کے بعد اس نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ اشعار کہے اس کی دو کنیزیں تھیں یہ انہیں اپنے اشعار یاد کرا دیتا اور انہیں حکم دیتا کہ وہ یہ اشعار گایا کریں اس کی باندیاں اس کے حکم کی تعمیل کرتیں اور جگہ جگہ وہ گستاخانہ اشعار گاتی پھرتی تھیں۔

یہاں تک کہ فتح مکہ کا دن آیا تو اس نے زرہ پہنی اپنے ہاتھوں میں نیزہ پکڑا گھوڑے پر سوار ہوا اور قسم کھائی کہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو زبردستی مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دوں گا لیکن جب اس نے مسلمانوں کا عظیم الشان لشکر دیکھا تو شدید مرعوب ہو کر سیدھا کعبہ کی طرف گیا، گھوڑے سے اترا اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور کعبہ شریف کے غلاف میں چھپ گیا۔

ایک آدمی نے اس کے ہتھیار لے لئے اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور اس کے بارے میں بتایا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عبد اللہ ابن خطل جہاں ملے اسے قتل کر دیا جائے۔

جب رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ شریف کا طواف فرما رہے تھے صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ ہے عبد اللہ ابن خطل جو کعبہ کے غلاف سے چمٹا ہوا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو قتل کر دو کعبہ کسی مجرم بدکار کو پناہ نہیں دیتا چنانچہ سعید بن حریث اور ابو برزہ اسلمی نے گستاخِ رسول عبد اللہ ابن خطل کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس کی دو کنیزیں جو ہجویہ (اہانت والے) اشعار گایا کرتی تھیں ان کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا ایک تو ان میں سے قتل کر دی گئی دوسری کیلئے امان طلب کی گئی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرما دی چنانچہ وہ بچ گئی اس کے بعد اس باندی نے اسلام قبول کر لیا۔ (ضیاء النبی جلد چہارم صفحہ ۳۵۲)

عدلِ فاروقی اور گستاخ کا سر

(علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرتِ ایمانی کا مشہور واقعہ نقل کیا ہے انہی کے قلم سے ملاحظہ کیجئے)

سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک میں ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان کھیت میں پانی دینے کے مسئلے پر جھگڑا ہو گیا۔ یہودی کا کھیت پہلے پڑتا تھا منافق کا کھیت اس کے بعد تھا یہودی کا کہنا تھا کہ پہلے میرا کھیت سیراب ہو گا پھر تمہارے کھیت میں پانی جانے دوں گا منافق کا اصرار تھا کہ پہلے میں اپنے کھیت سیراب کروں گا اس کے بعد تمہارے کھیت میں پانی جانے دوں گا۔

جب یہ جھگڑا کسی طرح طے نہ ہوسکا تو سوچا کہ کسی ثالث کے ذریعے یہ معاملہ طے کر لیتے ہیں یہودی نے کہا میں تمہارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو اپنا ثالث مان لیتا ہوں ان پر میں ایمان تو نہیں رکھتا مگر مجھے اس بات کا یقین ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیں گے۔

منافق نے یہ سوچ کر کہ یہودی کے مقابلے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً میری حمایت کریں گے کیونکہ میں اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہوں یہودی کی پیشکش قبول کر لی چنانچہ یہودی اور منافق دونوں اپنا مقدمہ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کی بات سنی اور کیونکہ اس معاملے میں یہودی حق پر تھا لہٰذا اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

یہودی خوشی خوشی وہاں سے اٹھا اور باہر آ کر منافق سے کہا کہ اب تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

منافق نے کہا کہ میں یہ فیصلہ تسلیم نہیں کرتا۔

چلو حضرت عمر کے پاس چلتے ہیں ان سے فیصلہ کراتے ہیں۔

منافق نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام تفصیلات بتائیں اور اس بات کو بار بار دہراتا رہا کہ میں مسلمان ہوں اور یہ یہودی اور اس وجہ سے یہ مجھے نقصان پہنچانا چاہتا ہے منافق کا بیان ختم ہوا تو یہودی اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا یہ سچ ہے کہ میں یہودی ہوں اور یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے لیکن یہ بھی آپ کو بتا دوں کے ہم اس سے پہلے پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے اس مقدمہ کا فیصلہ میرے حق میں کر دیا تھا یہ مسلمان ہو کر کہتا ہے کہ مجھے ان کا فیصلہ منظور نہیں یہ اپنے نمائشی اسلام کی رشوت دیکر آپ سے رسولِ خدا کے خلاف فیصلہ کرانے آیا ہے اب آپ کو اختیار ہے کہ جو چاہیں فیصلہ کر دیں۔

یہودی کا یہ بیان سن کر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں عالم غیظ میں فرمایا کہ کیا یہودی کی بات سچ ہے؟

منافق نے دبی زبان میں اعتراف کیا کہ یہودی سچ کہہ رہا ہے۔

منافق پر بغاوت کا جرم ثابت ہو گیا فاروق اعظم کی عدالت میں ایک مرتد کی سزا کیلئے اب کوئی لمحہ انتظار باقی نہیں تھا اسی عالم قہر وغضب میں گھر کے اندر تشریف لائے اور دیوار سے لٹکی ہوئی تلوار کو بے نیام کر کے باہر نکلے اور اس منافق کا سر تن سے جدا کر دیا اور فرمایا کہ جو میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ نہیں مانتا اس کے حق میں عمر کا فیصلہ یہی ہے کہ اس کا سر تن سے جدا کر دیا جائے۔

اس واقعہ کے بعد مدینے کی گلیوں میں ایک شور برپا ہو گیا اور یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی چاروں طرف سے منافقین کے غول در غول دوڑ پڑے گلی گلی میں یہ شور برپا ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے۔

دشمنانِ اسلام کو موقع مل گیا انہوں نے بھی اپنی جگہ یہ شور مچانا شروع کر دیا کہ اب تک محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھیوں کی تلواریں صرف مشرکین کا لہو چاٹتی تھیں لیکن اب تو خود مسلمان بھی ان کے وار سے محفوظ نہیں ہیں بات پہنچتے پہنچتے آخر کار حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھی جا پہنچی مسجدِ نبوی کے صحن میں سب لوگ جمع ہو گئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی طلب کر لیا گیا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیوں عمر مدینے میں یہ کیسا شور ہے؟

کیا تم نے کسی مسلمان کو قتل کر دیا ہے؟

جذبات کے تلاطم سے آنکھیں بھیگ گئی تھیں دل کا عالم زیر وزبر ہو رہا تھا بزم جاناں میں پہنچ کر عشق کی دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی تھی بے خودی کی حالت میں کھڑے ہو کر جواب دیا:۔

عمر کی تلوار کسی مسلمان کے خون سے کبھی بھی آلودہ نہیں ہو گی میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلہ سے انکار کر کے اپنی جان کا رشتہ حلقہ اسلام سے توڑ لیا تھا اسی وقت حضرت جبریل امین یہ آیت لے کر حاضر ہوئے:۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (پ۵۔ سورہ نساء:۶۵)

قسم ہے آپ کے رب کی کہ وہ اس وقت تک مسلمان ہی نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں وہ آپ کو اپنا حکم نہ مان لیں اور پھر جب آپ ان کا فیصلہ فرما دیں تو اپنے دل میں خلش محسوس نہ کریں اور آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے فیصلے کو کھلے دل سے تسلیم کر لیں۔

غیرتِ ایمانی

عمیر بن سعد ابھی بچے ہی تھے لیکن مسجدِ نبوی میں پیغمبر اسلام کی مجلس میں شریک رہا کرتے تھے اور انوار و رحمتوں کو اپنے دامن میں سمیٹا کرتے تھے۔

دل دولتِ ایمان اور غیرتِ اسلامی دونوں ہی سے مالا مال تھا۔

عمیر بن سعد مسجدِ نبوی میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درسِ علم و حکمت کے موتی چن کر فارغ ہوئے اور اپنے چچا جُلّاس بن سوید کے پاس آئے جن کی عمر ساٹھ سال ہو چکی تھی لیکن دل میں نفاق کا مرض بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

حالانکہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے دیگر مسلمانوں کی طرح نماز بھی پڑھا کرتا تھا، رمضان کے روزے بھی رکھتا۔

عمیر بن سعد نے کہا کہ چچا جان! آج میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں حاضر تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کے متعلق بیان دیتے ہوئے سنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے بارے میں بتا رہے تھے تو مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے کہ میں اپنی ان آنکھوں سے قیامت کو قائم ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

جلاس بن سوید جس کے سینے میں نفاق کا مرض ابھی پرورش پا رہا تھا عمیر بن سعد کے جواب میں کہنے لگا:

"اللہ کی قسم! اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں" (العیاذ باللہ تعالیٰ)

جلاس بن سوید کی آواز سن کر نو عمر عمیر بن سعد کانپ اُٹھے چہرے کا رنگ غصے کے سبب سرخ ہو گیا اور جسم تھرا اُٹھا۔

چنانچہ طیش میں آ کر بولے جلاس بن سوید اللہ کی قسم! تم مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے لیکن اب نہیں ہو۔

میں دو میں سے ایک کا ہو سکتا ہوں یا تو میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمہارے خیالات سے آگاہ نہیں کروں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غداری کا جرم کر بیٹھوں یا پھر اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے تمہارے کلمات سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آگاہ کر دوں۔

جُلّاس بن سوید بولا، تم اگر بتا بھی دو گے تو کون تم جیسے بچے کی بات کا یقین کرے گا۔

عمیر بن سعد اپنے چھوٹے قدموں سے چلتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور جُلّاس بن سوید کی تمام گفتگو بیان کردی۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جُلّاس بن سوید کو بلالیا اس سے پوچھا کہ کیا تم نے یہ جملہ کہا ہے؟

وہ مکر گیا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں نے تو ایسا کوئی جملہ کہا ہی نہیں ہے۔

جُلّاس بن سوید کے مکرنے پر عمیر بن سعد کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپ نے دعا کی اے اللہ! اپنے محبوب کو وحی بھیج کر میری تصدیق فرمادے۔

ابھی عمیر بن سعد کے آنسوؤں نے لڑی کی شکل بھی اختیار نہیں کی تھی کہ جبریل امین یہ آیت لے کر حاضر ہوئے:۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا (پ۱۰-سورہ توبہ:۷۴)

یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر کہا اور وہ بعد اسلام لانے کے کافر ہوگئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمیر بن سعد سے فرمایا کہ تمہارے کانوں نے درست سنا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمہاری تصدیق فرمائی۔

ابو لہب کی گستاخی اور اس کا انجام

ایک روز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفا کی پہاڑی پر تشریف لے گئے اور بلند آواز سے اعلان کیا:۔

یاصباحاہ! میری فریاد سنو!

عرب کے رواج کے مطابق لوگوں نے اس صدا پر لبیک کہا اور جو نہ جا سکا اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا۔

قریش ابو لہب وغیرہ تمام مشرکین سب لوگ جمع ہو گئے

جب سب لوگ آگئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے اور عنقریب تم پر حملہ آور ہو جائے گا تو کیا تم میری اس بات کو سچ مانو گے ؟

سب نے ایک زبان ہو کر کہا:۔

بے شک کیوں نہیں ہم نے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے آج تک کبھی سچ کے سوا کچھ سنا ہی نہیں اور جھوٹ سے آپ کی زبان کبھی آلودہ ہوئی ہی نہیں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اے لوگو! میں تمہیں اس سے بھی زیادہ سنگین اور تباہ کن عذاب کی خبر دے رہا ہوں جو تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو کفر و شرک کی زندگی سے توبہ کر لو اور کہو لا الہ الا اللہ"۔

یہ سن کر ابو لہب کے تن بدن میں آگ لگ گئی اس نے انگلی اٹھا کر اشارہ کیا اور گستاخی کرتے ہو کہنے لگا:۔

تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا

تمہارا ناس لگ جائے تم نے یہی سنانے کیلئے ہمیں جمع کیا تھا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے محبوب کی شان میں اس گستاخ کی یہ گستاخی سخت ناگوار گزری اور انتہائی غضب اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ سورۃ نازل فرمائی:۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝

وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ (پ ۳۰ سورہ لہب)

ٹوٹ جائیں ابو لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا کوئی فائدہ نہ پہنچایا اسے اس کے مال نے اور جو اس نے کمایا عنقریب جھونکا جائے گا شعلوں والی آگ میں اور اس کی جورو بھی بدبخت ایندھن اٹھانے والی اس کے گلے میں مونج کی رسی ہو گی۔

وہ ہاتھ ہی ٹوٹ جائیں جن ہاتھوں کی ایک انگلی میرے محبوب کی بے ادبی میں اٹھی ہے تباہ و برباد ہو جائے ابو لہب اور پھر دنیا نے دیکھا کہ جلد ہی یہ گستاخ اپنے انجام کو پہنچ گیا غزوہ بدر میں اپنی بزدلی کے سبب یہ جنگ میں شریک نہیں ہوا اور غزوہ بدر میں کافروں کی عبرتناک شکست کو ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اس کے بدن پر ایک پھوڑا نکل آیا اور چند ہی دنوں میں زہریلا پھوڑا پورے بدن میں پھیل گیا۔

پورے بدن سے پیپ بہنے لگی اور گوشت گل گل کر گرنے لگا اس کے بیٹوں نے جب دیکھا کہ ان کے باپ کو ایک موذی بیماری لگ گئی ہے تو انہوں نے بھی اس کو اپنے گھر سے نکال دیا اور تڑپ تڑپ کے اس نے جان دے دی۔

اب بھی اس کی لاش کو دفنانے کیلئے کوئی تیار نہیں تھا نہ اس کے بیٹے اور نہ ہی کوئی اور عزیز۔

تین دن تک اس کی لاش سڑتی رہی جب اس کی بدبو اور تعفن سے لوگ تنگ آ گئے تو اس کے بیٹوں کو لعنت ملامت شروع کی تب انہوں نے چند حبشی غلاموں کو اس کی لاش ٹھکانے لگانے پر مقرر کیا انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں کی مدد سے اس کی لاش کو دھکیل کر اس گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر سے مٹی ڈال دی۔

اور یوں یہ گستاخ بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

پادری یولوجیوس کا انجام

یہ اس زمانے کی بات ہے جب اندلس پر مسلمان حکومت کیا کرتے تھے امن وامان کا یہ عالم تھا کہ شیر و بکری ایک ہی گھاٹ سے پانی پیا کرتے تھے۔

عیسائیوں اور یہودیوں کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق مذہبی آزادی حاصل تھی مسلمانوں کے اس رویے نے ان کے دلوں پر ایک اچھا اثر ڈالا اور ان میں سے اکثر لوگوں نے اپنے مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام قبول کر لیا۔

وہیں قرطبہ میں ایک پادری یولوجیوس بھی رہا کرتا تھا یہ بدبخت پادری اسلام اور پیغمبر اسلام سے سخت عداوت رکھتا تھا۔

یولوجیوس کا پورا خاندان عیسائی حلقوں میں اسلام دشمنی کے حوالے سے مشہور تھا۔

جس وقت مسجد کے مینار سے موذن اذان دیتا تو یولوجیوس کا دادا اپنے جسم پر صلیب کا نشان بناتا اور کہتا کہ

"اے خدا چپ نہ ہو اے خدا چین نہ لے کیونکہ دیکھ تیرے دشمن اودھم مچاتے ہیں اور ان لوگوں نے جو تجھ سے کینہ رکھتے ہیں سر اٹھایا ہے"

پادری یولوجیوس اپنی مذہبی تعلیم مکمل کر چکا تھا اور اب مزید اعلیٰ مذہبی تعلیم کیلئے وہ اس وقت کے سب سے بڑے پادری اسپرا کے درس میں شریک ہونے لگا۔

پادری اسپرا نے بھی یولوجیوس کے سینے میں جلنے والی آتش حسد کو خوب بھڑکایا پھر کچھ ہی دنوں کے بعد پادری یولوجیوس نے تحریک شاتمین رسول کا آغاز کر دیا اور لوگوں کی ذہن سازی یہ کہہ کر کیا کرتا تھا کہ مسیحیت میں تکلیفوں کا برداشت کرنا ہی عیسائی مذہب کی اصل روح ہے۔

اس لئے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کر کے اپنے جسم اور گوشت پوست کو تکلیف پہنچائی جائے تاکہ روح پاک ہو اور گناہوں کی تلافی ہو۔

پادری یولوجیوس نے چند ایسے نوجوان پادریوں کو تیار کیا جو اس عمل کیلئے راضی ہو جائیں اور اپنی روح کو پاک کریں اور دین اسلام اور پیغمبر اسلام کو برا بھلا کہیں کیونکہ اسلامی قانون میں ایسا عمل کرنے والے کی سزا صرف اور صرف قتل ہے۔

چنانچہ ان نوجوان پادریوں کے اس عمل کی وجہ سے حکومت انہیں گرفتار کرلے گی اور انہیں ان کے اس عمل کی سزا سزائے موت سنادی جائے گی اور یہ اپنی جانوں کو قربان کر کے "مسیحی شہید" ہو جائیں گے۔

پادری یولوجیوس نے ان نوجوان پادریوں کے جذبات کو خوب بھڑکایا۔

یولوجیوس کی اس تربیت کے سبب ایک پادری نے عید کے دن پیغمبر اسلام کی اہانت کا مقدس صلیبی فریضہ انجام دیا مسلمان مشتعل ہوگئے اور اس کو مار ڈالا۔

قرطبہ کے پادری اس کی لاش کو اٹھا کر لے گئے اور اور متعصب پادریوں نے اس کو سینٹ (ولی) کا درجہ دے دیا۔

ایک دوسرا پادری اساق (Issaq) قاضی کی عدالت میں گیا اور اس نے وہاں جا کر وہی عمل کیا جو پادری پر فیکٹس نے عید گاہ میں کیا تھا لہذا قاضی نے اس کی گردن سر سے الگ کردی اور اس طرح ایک اور گستاخ واصل جہنم ہو گیا۔

پادری یولوجیوس کی اس تحریک میں گیارہ افراد نے اس احمقانہ تحریک کیلئے اپنی جانوں کو گنوایا لیکن قرطبہ کے اکثر عیسائیوں نے اس تحریک کو سخت ناپسند کیا چنانچہ یہ تحریک پادریوں سے نکل کر عوام میں مقبول نہیں ہو سکی سمجھ دار عیسائیوں نے اسلامی حکومت کی رواداری اور ان کے ساتھ مسلمانوں کے شریفانہ برتاؤ کا ذکر کیا اور انہیں بتایا کہ مسلمان اعلیٰ ظرف ہیں اور بہت بڑے دل کے مالک ہیں مگر اپنی اس وسعت قلبی کے باوجود وہ اس بدزبانی کو برداشت نہیں کریں گے اور انجیل میں بھی یہ درج ہے کہ بدزبانی کرنے والے آسمانی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔

سوائے اسلام دشمن پادریوں کے کسی اور شخص نے اس تحریک کی حمایت نہیں کی۔

کچھ دنوں کے بعد پادری یولوجیوس بھی گرفتار ہوا لیکن وہ کسی اور مقدمے میں گرفتار ہوا تھا قاضی نے اس کو اس کے جرم کے مطابق کوڑوں کی سزا سنائی۔

پادری یولوجیوس میں ہمت سے زیادہ غرور تھا اس کو کوڑوں کی سزا اپنے لئے بے عزتی محسوس ہوئی پادری یولوجیوس نے فیصلہ کیا کہ کیوں نہ آج میں بھی وہ کروں جس کی میں عرصۂ دراز سے تبلیغ کرتا چلا آرہا ہوں۔

یہ سوچ کر اس نے قاضی سے کہا کہ قاضی! اپنی تلوار کو تیز کر میری روح کو میرے خالق کے پاس روانہ کر اور اس خیال میں نہ رہے کہ میں اپنی کھال کوڑوں سے ادھڑوا دوں گا۔

اتنا کہنے کے بعد پادری یولوجیوس نے مسلمانوں کے پیغمبر کے خلاف سخت برے الفاظ کی بوچھاڑ شروع کردی۔

لہٰذا یہ بدبخت بھی اپنے انجام کو پہنچا اور اس کی بھی گردن تن سے جدا کردی گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی یہ گندی و غلیظ تحریک بھی اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

ریجی نالڈ کا انجام

عیسائی فوج کا سپہ سالار ریجی نالڈ اسلام دشمنی میں اندھا ہو چکا تھا جب کرک کا حاکم ہمفری مر گیا تو اس نے ہمفری کی بیوہ اسٹیفانیہ (Stephania) سے شادی کر لی اور اس طرح یہ کرک کا نیا حاکم بن گیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کا دربار لگا ہوا تھا عیسائیوں کی مسلط کردہ صلیبی جنگوں کا جواب دینے کیلئے حکمت عملی کی تیاری کی جارہی تھی کہ اسی دوران ریجی نالڈ کا ایک قاصد ریجی نالڈ کا خط لے کر دربار میں آگیا۔

ریجی نالڈ نے یہ خط سلطان صلاح الدین ایوبی کے خط کے جواب میں لکھا تھا سلطان صلاح الدین ایوبی نے یہ خط ریجی نالڈ کو لکھا تھا کہ تم نے مسلمان تاجروں کو قتل کر ڈالا ہے لہٰذا اب اس کا معاہدے کے مطابق قصاص دو جیسا کہ معاہدہ ہے۔

ریجی نالڈ نے اس کے جواب میں لکھا:۔

"سچ تو یہ ہے کہ میں صلح اور امن پر یقین ہی نہیں رکھتا جب تمہارے ہاتھ معاہدے کی زنجیر سے آزاد ہو جائیں تو قلم کی جگہ تلوار اٹھالینا"۔ فقط: ریجی نالڈ

سلطان صلاح الدین ایوبی کے چہرے پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے پھر سلطان نے کہا کہ میں نے اس جیسا جھوٹا شخص اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔

امیر محترم! جھوٹا ہونا تو بہت چھوٹی سی چیز ہے اس کے بارے میں مَیں نے سنا ہے کہ اس مردود نے خانہ کعبہ اور روضہ رسول کو گرانے کی بھی قسم کھائی ہے۔ مصری سفیر نے غم وغصے کی کیفیت میں یہ اطلاع سلطان تک پہنچائی۔

سلطان کے پورے دربار میں ایک بھونچال آگیا تمام درباری اپنی نشستوں پر کھڑے ہو گئے اور پورا دربار انتقام انتقام کی آوازوں سے گونج اٹھا۔

سلطان کے چہرے پر اذیت اور کرب کے سائے لرز رہے تھے۔

سلطان نے قسم کھائی کہ اگر اللہ نے مجھے تصرف بخشا تو میں اس شاتم رسول کو اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔

پھر کچھ دنوں کے بعد سلطان کو یہ دل دہلا دینے والی خبر ملی کہ کرک کا حاکم ریجی نالڈ مکہ اور مدینے پر حملہ کرنے کیلئے روانہ ہو گیا ہے۔

غم وغصہ کی کیفیت کے آثار سلطان کے چہرے سے چھلک رہے تھے پھر غائبانہ طور پر ریجی نالڈ کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان نے کہا کہ کیا معاذ اللہ تمام جانثارانِ اسلام مر گئے ہیں جو تیرے دماغ میں یہ سودا سمایا ہے۔

سلطان نے اسی وقت بحری بیڑے کے سربراہ امیر البحر لولو کو طلب کیا اور ابو لولو کو ریجی نالڈ کے عزائم سے آگاہ کیا۔

سلطان کی زبانی ریجی نالڈ کے شیطانی ارادوں کی تفصیل سن کر امیر البحر کے چہرے پر بھی نفرت وغضب کا رنگ ابھر آیا۔

ابو لولو! سلطان نے امیر البحر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

ریجی نالڈ کو میں نے اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے کی قسم کھائی ہے تم اس سے میری نفرتوں کا اندازہ لگا سکتے ہو اس شیطان کو روکو چاہے اس معرکہ میں پورا سمندر انسانی خون سے سرخ ہو جائے بس اس کے قدم میری زندگی میں مقدس مقامات تک نہ پہنچنے پائیں ورنہ ہم دنیا و آخرت میں کہیں بھی منہ دکھانے کے لائق نہیں رہیں گے یہ کہتے کہتے سلطان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

شیروں کی طرح دھاڑتے ہوئے امیر البحر لولو نے کہا سلطان اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تائید ونصرت ہمارے ساتھ رہی تو آپ بہت جلد سمندر کی تاریخ بھی تبدیل ہوتے ہوئے دیکھ لیں گے۔

دوسری طرف ریجی نالڈ کا بحری بیڑہ تیزی کے ساتھ مکہ اور مدینے کی جانب بڑھ رہا تھا اور یہ وہ وقت تھا جبکہ حج کا زمانہ شروع ہو چکا تھا اور حاجیوں کے قافلے بھی مقامات مقدسہ کی جانب جارہے تھے ریجی نالڈ کے جہازوں نے ایک جہاز کو دیکھا جس پر مسلمان حاجی سوار تھے ریجی نالڈ نے اس جہاز کو پکڑنے کا حکم دیا ان حاجیوں نے بہت کہا کہ ان کا مال واسباب لے لیا جائے لیکن ان کی جان بخش دی جائے۔

حاجیوں کی التجاء سن کر سفاک ریجی نالڈ نے وحشیانہ قہقہہ لگایا اور بولا، مال واسباب تو ویسے ہی مل جائے گا مگر تمہارا خون بہا کر مجھے جو لذت حاصل ہوگی اس کا بدل تو دنیا بھر کے خزانے بھی نہیں ہو سکتے۔

پھر کچھ دیر تک فضا مسلمان مردوں اور عورتوں کی چیخوں سے گونجتی رہی یہاں تک کہ سمندر کی فضا خاموش اور پر سکون ہو گئی۔

اس کے بعد جہاز کے عرشے پر رقص وسرور کی محفل رکھی گئی اور ایک رقاصہ کا رقص دیکھنے کے بعد ریجی نالڈ نے کہا کہ بے شک اس رقاصہ کا رقص بہت دلکش ہے مگر میرے نزدیک دنیا کا سب سے زیادہ دلکش رقص وہ ہے جب ایک زخمی مسلمان گر کر تڑپتا ہے۔

اور شراب کے جام کو ہاتھ میں تھامتے ہوئے کہنے لگا:۔

مجھے شراب پینے سے بھی زیادہ لذت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب میں کسی مسلمان کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرتا ہوں یہی میرا مقدس ترین فریضہ اور میری نجات کا واحد راستہ ہے۔

راستے میں مسلمانوں کے تین چار قافلوں کو ریجی نالڈ نے لوٹا اور ان تمام حاجیوں کو قتل کر کے ان کی لاشوں کو سمندر میں ڈال دیا۔

والی کرک ریجی نالڈ اپنی سفاک کامیابیوں پر بہت خوش تھا۔
مردود ریجی نالڈ کی منزل اس کے سوا کچھ بھی نہیں تھی کہ وہ مدینہ منورہ پہنچ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ انور کو نقصان پہنچائے۔

امیر البحر لولو ایک مختصر راستے کے ذریعے ریجی نالڈ کے پہنچنے سے پہلے ہی الحورا کی بندرگاہ پر پہنچ چکا تھا۔
ریجی نالڈ بے بس حاجیوں کو قتل کرنے کے بعد سمجھ رہا تھا کہ آگے بھی فتح اس کے قدموں میں بچھنے کیلئے بے تاب ہو گی مگر جیسے ہی وہ الحورا کی بندرگاہ پر پہنچا سلطان صلاح الدین ایوبی کے غیور مجاہدین نے ان کا استقبال اپنی تلواروں سے کیا ریجی نالڈ اور اس کے بزدل ساتھیوں کے پاس فرار کے سوا کوئی راستہ نہیں بچا، جان بچانے کیلئے ربوغ کی گھاٹیوں میں پناہ لینے لگے لیکن مجاہدین اسلام ربوغ کی گھاٹی کو چاروں طرف سے گھیر چکے تھے پھر صلیبیوں کو ان کی اس جسارت کی سزا دینے کا وقت آگیا اور جانثاران رسالت جو پہلے ہی یہ خبر سن کر غم وغصہ کی آگ میں جل رہے تھے کہ ریجی نالڈ نے ان کے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کو گرانے کی قسم کھائی ہے اور اسی ارادے سے مدینے آیا ہے۔
بس پھر ان مجاہدین نے اُن صلیبی دہشت گردوں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں بخشی تمام فوج ذلت کے ساتھ ماری گئی مگر ریجی نالڈ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا غازیان اسلام کی یہ جماعت جب ریجی نالڈ کے منصوبہ کو ناکام بنا کر جب مصر کے ساحل پر اتری تو مقامی مسلمانوں کا جوش وخروش قابل دید تھا مصر کے باشندوں نے دور دور تک مجاہدین کے راستے میں پھولوں کے انبار لگا دیئے تھے، ہر فرد عقیدت ومحبت کے ساتھ ہر سپاہی کے ہاتھوں کو چوم رہا تھا اس لیے کہ انہوں نے ریجی نالڈ کے ناپاک منصوبہ کو ناکام بنا دیا تھا۔ ریجی نالڈ وہاں سے جان بچا کر فرار تو ہو گیا مگر اس کی طبیعت میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں آئی۔
ایک دن اس نے مسلمان تاجروں کے قافلے پر حملہ کر کے اسے لوٹا اتفاق سے اس قافلے میں صلاح الدین ایوبی کی بہن بھی سفر کر رہی تھی جب قافلے والوں نے اس سے رحم کی درخواست کی تو اس مردود نے حقارت سے کہا:

"تم مجھ سے رحم کی بھیک کیوں مانگ رہے ہو تمہارا ایمان تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ہے انہی کو پکارو"۔

پھر جب واپسی پر سلطان صلاح الدین ایوبی کی بہن نے یہ واقعہ اپنے بھائی کو سنایا تو سلطان کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔
صلاح الدین ایوبی کا جسم کانپنے لگا اس نے آنکھیں بند کر لیں اور رونے لگا پھر جب سلطان کی حالت سنبھلی تو سلطان نے کہا۔
تو نے سچ کہا ریجی نالڈ! ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت خاص ہی ہم مسلمانوں کو بچائے گی۔
اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے ابھی صرف اسی لیے ہی زندہ رکھا ہے کہ میں تجھے قتل کر کے اپنی قسم پوری کر سکوں۔

پھر جب معرکہ حطین ہوا تو اس میں دیگر سالاروں کے ساتھ ریجی نالڈ بھی گرفتار ہو کر سلطان کے سامنے حاضر کیا گیا تو صلاح الدین ایوبی نے آگے بڑھ کر ریجی نالڈ کے منہ پر تین بار تھوکا پھر اس کو مخاطب کر کے انتہائی غضب ناک لہجے میں کہا تجھ پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے تمام فرشتوں کی ہزار بار لعنت ہو یہ الفاظ سلطان نے تین بار دہرائے۔

پورے خیمے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی پھر سلطان صلاح الدین ایوبی تیزی سے مڑا اور دوسرے جنگی قیدیوں کو مخاطب کر کے بولا:۔

"یہ اس وقت میری نظر میں دنیا کا سب سے زیادہ ناپاک اور لعنت زدہ انسان ہے اس نے دوبار حجاز مقدس کو تباہ کرنے کی قسم کھائی تھی اور ایک بار قافلے کے لوٹے جانے والے مسلمانوں نے اس سے رحم کی درخواست کی تھی تو اس مردود نے کہا تھا کہ تمہیں تو اب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی آ کر بچائیں گے یہ واقعہ سن کر میں نے بھی دوبار قسم کھائی تھی کہ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے یہ موقع دیا تو میں اس ملعون کو اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا اور آج خالق کائنات نے مجھے میری قسم پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اور اس شیطان کے ارادے کو خاک میں ملا دیا یہ کہہ کر سلطان نے اپنی شمشیر کو نیام سے باہر نکالا موت کے خوف سے ریجی نالڈ کا چہرہ زرد ہو گیا تھا اور اس کا پورا جسم لرز رہا تھا دیکھتے ہی دیکھتے ریجی نالڈ سلطان کے قدموں پر گر پڑا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگا۔

اگر میں تجھے معاف کر دوں تو میری قسم کا کیا ہو گا؟ سلطان نے انتہائی نفرت کے ساتھ جواب دیا۔

ریجی نالڈ تیرا گناہ وہ گناہ ہے جس کی معافی نہیں اور میری قسم وہ قسم ہے جس کا کفارہ نہیں سلطان نے یہ کہہ کر سپاہیوں کو حکم دیا کہ ریجی نالڈ کی زنجیریں کھول دی جائیں والی کرک کا آخری وقت آچکا تھا مرنے سے پہلے ریجی نالڈ نے ہر طریقے سے اپنی زندگی کی بھیک مانگ لی مگر صلاح الدین ایوبی نے اپنی قسم پوری کی اور تلوار اٹھانے سے پہلے شاتم رسول کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

"میری خواہش تو یہ تھی کہ تیرے جسم کے ایک ایک حصے کو الگ کروں اور تجھے تڑپا تڑپا کر کئی مہینوں میں تجھے انجام کو پہنچاؤں مگر میرے آقا جو رحمت للعالمین ہیں ان کی یہ ایک حدیث مبارک ہے کہ کسی پاگل کتے کو بھی ٹکڑے نہ کرواسے ایک ہی وار میں مار دو۔ بس میرے آقا کا صدقہ ہے کہ تو اذیت سے بچ گیا"۔

پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ سلطان کی تلوار فضا میں بلند ہوئی اور دوسرے ہی لمحے گستاخ ریجی نالڈ کی گردن تن سے جدا ہو گئی جب اس کی لاش ٹھنڈی ہو گئی تو صلاح الدین ایوبی نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کی لاش کھلے میدان میں پھینک دو۔

(ماخوذ از فاتح اعظم سلطان صلاح الدین ایوبی از خان آصف)

وضو کے قطرے

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفارِ مکہ نے عروہ بن مسعود کو سفیر بنا کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہمارا مقصد صرف عمرہ کی ادائیگی ہے ہم نہ اہل مکہ سے جنگ کرنے آئے ہیں اور نہ ہی ہمارا مکہ پر قبضہ کرنے کا کوئی ارادہ ہے۔

عروہ بن مسعود بہت غور سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھ رہا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں آتا جس کو وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا جب آپ کسی بات کا حکم دیتے تو اس کی فوراً تعمیل کی جاتی تھی جب آپ وضو فرماتے تو لوگ آپ کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے تھے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے ہر ایک کی کوشش ہوتی تھی کہ یہ پانی میں حاصل کروں، جب لوگ آپ کی بارگاہ میں گفتگو کرتے تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے تھے اور حد درجہ تعظیم کے باعث آپ کی طرف نظر جما کر نہیں دیکھتے تھے اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا۔

واپس جا کر اس نے اپنی قوم سے کہا اے قوم! واللہ میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں میں قیصر و کسریٰ کے درباروں میں اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم! میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں خدا کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے جب وہ وضو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے پر ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے وہ ان کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور غایت تعظیم کے باعث وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔

میں نے خلوص و محبت اور جاں نثاری کے ایسے مناظر کہیں نہیں دیکھے اگر تم یہ خیال کر رہے ہو کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھی مشکل وقت میں اپنے نبی کو چھوڑ جائیں گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے میں نے جو دیکھا اس سے تمہیں آگاہ کر دیا آگے تمہاری مرضی تم جو مناسب خیال کرو وہ کرو۔ (صحیح بخاری مترجم از علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، جلد دوم، صفحہ ۳۰، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور ۱۹۹۱)

حکمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے افضل

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔

نماز ختم ہونے کے بعد میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو سعید آنے میں دیر کیوں ہو گئی عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جس وقت آپ نے مجھے یاد فرمایا میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا لہٰذا نماز پڑھنے کے بعد حاضر ہو گیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یا ابا سعید کیا تم نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ حکم نہیں سنا:۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (پ۹۔ سورہ انفال:۲۴)

اے ایمان والو! لبیک کہو اللہ اور (اس کے) رسول کی پکار پر جب وہ رسول بلائے تمہیں اس امر کی جانب جو زندہ کرتا ہے تمہیں۔

اس پر تمام علماء اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کو بلائیں اور اگر وہ نماز بھی پڑھ رہا ہو تو نماز چھوڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اور اس پر عمل کرے جس کا حکم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہو اور اس کے اس عمل سے ان کی نماز نہیں ٹوٹے گی بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کے بعد جہاں سے نماز چھوڑی تھی وہیں سے دوبارہ شروع کرے۔ (تفسیر مظہری بحوالہ بخاری شریف)

عقبہ بن ابی معیط کا انجام

عقبہ بن ابی معیط مکہ کا ممتاز تاجر تھا اور اس کی عادت یہ تھی کہ جب بھی اپنے کسی تجارتی سفر سے واپس لوٹتا تو ایک بہت بڑی دعوت کا اہتمام کیا کرتا تھا اور مکہ کے لوگ اس دعوت میں شریک بھی ہوا کرتے تھے۔

عقبہ بن ابی معیط اکثر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر بھی ہوا کرتا تھا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باتیں بھی سنتا اور انہیں پسند بھی کرتا تھا ایک دفعہ وہ سفر سے واپس آیا تو حسب معمول اس نے دعوت کا اہتمام کیا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی دعوت دی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم اسلام قبول نہیں کر لیتے میں تمہاری دعوت قبول نہیں کروں گا چنانچہ اس نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا ابی بن خلف جو پکا مشرک تھا اس سے اس کی بڑی گہری دوستی تھی جب ابی بن خلف نے سنا کہ عقبہ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو یہ عقبہ کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ سنا ہے کہ تم اپنے آباء واجداد کے دین سے پھر گئے ہو۔

عقبہ نے کہا نہیں بلکہ میں نے صرف اس لیے اسلام قبول کیا ہے کہ تاکہ حضور میرے یہاں دعوت میں آئیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص میری دعوت قبول نہ کرے۔

ابی بن خلف کہنے لگا تیری میری دوستی ختم جب تک کہ تو جا کر یہ گستاخیاں بارگاہِ رسالت میں نہ کرے۔

عقبہ اپنے دوست کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اسی وقت اٹھا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جا کر وہ تمام گستاخیاں کر ڈالیں جن کی فرمائش اس کے دوست نے کی تھیں یہاں تک کہ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر تھوکنے کی جسارت بھی کی لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسی تھوک کو آگ کا انگارہ بنا کر لوٹا دیا اور اس کے منہ پر دے مارا جس سے اس کا منہ جل گیا اور مرتے دم تک گالوں پر اس کا داغ رہا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب سرزمین مکہ سے باہر تیری ملاقات ہوگی تو تلوار سے تیرا سر اُڑا دوں گا۔

یہ بات اس کے دل میں تیر کی طرح پیوست ہو گئی کئی سال بعد جب اہلِ مکہ بدر کی طرف جانے لگے تو اس نے کہا کہ میں نہیں جا سکتا۔ اس سے لوگوں نے پوچھا تم کیوں نہیں جا رہے ہو؟

عقبہ بن ابی معیط نے لوگوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ بات یاد دِلائی جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تم مجھے مکہ سے باہر ملو گے تو تمہاری گردن تلوار سے اُڑا دی جائے گی اور جو بات ان کے منہ سے نکلتی ہے تمہیں معلوم ہے کہ وہ پوری ہو کر رہتی ہے مجھے تو تم یہیں رہنے دو میں نہیں جا رہا مکہ سے باہر۔ ان لوگوں نے کہا عقبہ تم بھی عجیب آدمی ہو

خواہ مخواہ کا ڈر اور خوف اپنے ذہن میں بٹھالیا ہے پہلے تو مسلمانوں کے غالب آنے یا جیتنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر ایسا کوئی معاملہ پیش بھی آگیا تو تمہارے پاس تیز رفتار سرخ اونٹ ہیں اس پر سوار ہو کر واپس آجانا لوگوں کے شرم دلانے پر یہ غزوہ بدر میں شریک ہونے کیلئے نہ چاہتے ہوئے بھی آگیا۔

غزوہ بدر میں جب اس نے دیکھا کہ ہر طرف کافروں پر موت چھائی ہوئی ہے اور کافروں کو ہی شکست ہو رہی ہے تو یہ اپنے اونٹ کو لے کر وہاں سے بھاگا مگر وادیوں میں اُلجھ کر رہ گیا اور اسے راستہ ہی نہیں دکھائی دیتا تھا اسے گرفتار کر لیا گیا۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا مرنے سے پہلے اس نے گڑگڑاتے ہوئے کہا کہ سب کافروں کو چھوڑ کر مجھے ہی کیوں قتل کر رہے ہو؟

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ ور اس کے رسول سے تمہاری عداوت کی وجہ سے اسی کیلئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:۔

وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ (پ۱۹۔ سورہ فرقان: ۲۷۔۲۸)

اور اس روز ظالم (فرطِ ندامت سے) کاٹے گا اپنے ہاتھوں کو (اور) کہے گا کاش! میں نے اختیار کیا ہوتا رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں نجات راستہ ہائے افسوس کاش میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔

عتبہ کا انجام

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی میں ابو لہب کے بیٹے عتبہ اور عتیبہ بھی کم نہیں تھے۔

ایک دن مکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورہ نجم کی تلاوت فرما رہے تھے کہ عتبہ آپ کے قریب آیا اور گستاخی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نجم کے رب کا انکار کرتا ہوں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی گستاخی پر فرمایا، عنقریب اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے کتوں میں سے ایک کتا تجھ پر مسلط فرمائیگا۔

جب عتبہ واپس اپنے گھر گیا تو ابو لہب نے پوچھا کہ تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس گیا تھا اُنہوں نے کیا جواب دیا۔

عتبہ نے اپنی گفتگو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جواب سنا دیا۔ ابو لہب نے جب یہ سنا تو کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ یہ دعا ضرور پوری ہو گی۔

ابو لہب شام سے اونی کپڑا لایا کرتا تھا اور تجارت کیلئے اپنے بیٹے وکیل اور غلام کو بھیجا کرتا تھا لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس پیشن گوئی کے بعد وہ اپنے غلام اور وکیل سے یہ عہد لیتا کہ وہ ہر حال میں عتبہ کی حفاظت کریں گے کیوں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ہر بات، ہر دعا ضرور پوری ہوتی ہے۔

ابو لہب کا تجارتی قافلہ عتبہ کی سربراہی میں جانے کیلئے تیار ہو چکا تھا عتبہ قافلے کے درمیان میں سفر کرتا جب رات ہوتی تو اس کو درمیان میں سلاتے اور اس کو سلانے کیلئے یہ اہتمام کرتے کہ تمام تجارتی سامان کپڑوں کے تھان وغیرہ کو درمیان میں جمع کرتے عتبہ اس پر سامان کے ٹیلے پر سوتا تھا اور چاروں طرف قافلے کے دیگر لوگ گھیر اڈال کر سوتے تاکہ عتبہ کو نقصان نہ پہنچ پائے۔

ایک دن رات کو یہ اسی اہتمام کے ساتھ سو رہا تھا کہ ایک شیر اس طرف آنکلا اس نے ہر ایک شخص کو سونگھا اور کسی کو کچھ نہ کہا اور ایک جست لگا کر سامان پر چڑھ گیا جہاں عتبہ سویا ہوا تھا اس کو سونگھا اور اس کو چیر پھاڑ کر چلا گیا اور یہ گستاخ بھی اپنے انجام کو پہنچا۔ اور یوں یہ گستاخِ رسول بھی اپنے انجام کو پہنچا۔ (معجزات سیّد المرسلین۔ اسمٰعیل یوسف نبہانی، جلد دوم، صفحہ ۲۵۷، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

ابی بن خلف کا انجام

غزوہ بدر میں خلف کے دو بیٹے امیہ اور اُبی بڑے غرور و تکبر کے ساتھ شریک ہوئے۔

امیہ بن خلف غزوہ بدر میں حضرت بلال کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا لیکن اُبی بن خلف کو جنگی قیدی بنالیا گیا۔

اُبی بن خلف نے اپنا فدیہ ادا کیا اور جب اُسے رہا کر دیا گیا تو بجائے اس کے یہ احسان مند ہوتا اُلٹا پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی کرنے لگا اس کے پاس ایک قیمتی گھوڑا تھا جس کا نام العُوذ تھا اس نے قسم کھا کر کہا:

میں اس گھوڑے کو خوب کھلاؤں گا پلاؤں گا یہاں تک کہ یہ خوب موٹا تازہ ہو جائے گا پھر میں اس پر سوار ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (معاذ اللہ) کا قتل کروں گا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس کی یہ بکواس سنی تو فرمایا:

وہ نہیں بلکہ میں اس کو اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اُتاروں گا۔

یہاں تک کہ غزوہ اُحد کا دن قریب آ گیا لیکن ابی بن خلف کے ذہن میں وہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات موجود تھی اور وہ غزوہ احد میں شریک نہیں ہونا چاہتا تھا ابو سفیان اسے اصرار کر کے زبردستی ساتھ لے آئے۔

اُحد کے دن یہ اسی گھوڑے پر سوار تھا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا ہوشیار رہنا کہ کہیں ابی بن خلف پیچھے سے وار نہ کرے جب تم اُسے دیکھو تو مجھے اطلاع دے دینا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لڑائی کے دوران پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھتے تھے۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھاٹی میں تشریف فرما ہوئے تو اچانک آ گیا۔ یہ سر سے پیر تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا اور اپنے گھوڑے کو رقص کراتے ہوئے آ رہا تھا۔

کہنے لگا اگر آج محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھ سے بچ گئے تو پھر میرا بچنا ممکن نہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانثاروں نے اس کا راستہ روکنا چاہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو آگے آنے دو۔

جب یہ قریب آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوٹا سا نیزہ اس کی گردن کی طرف اُچھال دیا یہ وہ جگہ تھی جو لوہے سے ڈھکی ہوئی نہیں تھی۔

اس نیزہ سے اس کو ہلکی سی خراش آئی لیکن یہ گھوڑے سے گر گیا اور بیل کی طرح ڈکارنے لگا۔

اس معمولی سی چوٹ نے اس کے سینے کی پسلیاں اور جسم کی ہڈیاں چور چور کر دی تھیں۔

سر پیٹتا ہوا واپس قوم کی طرف بھاگا اور کہہ رہا تھا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مجھے قتل کر دیا۔

جب لوگوں نے اس کی گردن پر معمولی خراش دیکھی تو کہنے لگے تمہاری بزدلی کی بھی کوئی حد ہے کوئی زخم تمہیں آیا نہیں ہے معمولی سی خراش ہے اور تم نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اُٹھایا ہوا ہے اس قسم کی کوئی خراش اگر ہم میں سے کسی کی آنکھ میں بھی آئی ہوتی تب بھی بالکل تکلیف دہ نہ ہوتی۔

ان نادانوں کو کیا خبر کہ نبی کی چوٹ کا اثر کیا ہوتا ہے۔

ابی بن خلف کہنے لگا لات و عزیٰ کی قسم! جو چوٹ مجھے لگی ہے وہ اگر ربیعہ اور مضر قبائل کو بھی لگ جاتی تو سارے کے سارے ہلاک ہو جاتے۔

یہ یونہی چیختا چلاتا رہا یہاں تک کہ احد سے واپسی پر راستہ ہی میں تھا کہ یہ ملعون واصل جہنم ہوا۔ (ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۵۱۳)

یہودیوں کی عیاری

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نورانی بیان سنتے کبھی کبھار ایسا ہوتا کہ بات سمجھ نہیں آتی تو دوبارہ سمجھنے کیلئے عرض کرتے "یارسول اللہ "راعنا" یعنی اے اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پوری طرح سمجھ نہیں سکے ہماری رعایت فرماتے ہوئے دوبارہ سمجھایئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دوبارہ سمجھا دیتے۔

یہودی جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حسد کے سبب ایمان نہیں لائے تھے اور دل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغض اور حسد رکھتے تھے اور یہودیوں کی عبرانی زبان میں راعنا کی عین کو ذرا کھینچ دیتے اور وہ راعی نا بن جاتا جس کے معنی ہمارے چرواہے کے ہیں لہٰذا یہودی دل ہی دل میں خوش ہوتے کہ اب تو ان کے ہاتھ ایسا موقع آگیا ہے کہ وہ اللہ کے محبوب رسول کی شان میں گستاخی بھی کریں گے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔

یہودی جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں آتے تو راعنا کا لفظ استعمال کرتے اور بعد میں ہنستے کہ اب تو ایسا موقع ہاتھ آگیا ہے کہ ہم بھری محفل میں محبوبِ خدا کی شان میں گستاخی کرسکتے ہیں۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہودیوں کی عبرانی زبان آتی تھی اور جب انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل سے باہر یہ لفظ سنا تو غیظ وغضب کے ساتھ یہودیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

تم پر اللہ کی لعنت ہو اگر آئندہ تم لوگوں نے یہ لفظ استعمال کیا تو میں تمہاری گردن اُڑا دوں گا۔

یہودیوں نے کہا اے سعد تم کیوں ناراض ہوتے ہو جب کہ یہ لفظ تم مسلمان خود بھی بولتے ہو۔

حضرت سعد بن معاذ یہ سن کر سخت رنجیدہ ہوئے اور بارگاہِ رسالت میں حاضری دینے کیلئے روانہ ہوئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس لفظ کے استعمال پر پابندی لگانے کی درخواست کریں۔

ابھی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں حاضر بھی نہیں ہوئے تھے کہ جبریل امین یہ آیت لیکر نازل ہوئے:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

اے ایمان والو! (میرے حبیب سے کلام کرتے وقت) راعنا نہ کہا کرو بلکہ انظرنا کہو اور اُن کی بات پہلے ہی غور سے سنا کرو اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (پ ا۔ سورہ بقرۃ: ۱۰۴)

اجازت

چاروں طرف سے کافروں کی فوج نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کرنے کا عزم کر رکھا تھا اور مسلمانوں کو ختم کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔

دوسری جانب کافروں کے اس ارادے کی خبر جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔

سخت سردیوں کے دن تھے اور شدید سردی پڑ رہی تھی۔

دوسری طرف خوراک کے ذخیرے بھی نہیں تھے پیٹ بھر کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا۔

ایسے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام تو آپ کے حکم کی تعمیل کیلئے ہر وقت موجود رہتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار سے باہر نہ جاتے۔

لیکن کچھ لوگ جن کے دلوں میں نفاق تھا جھوٹے جھوٹے بہانے کر کے آپ کی اجازت کے بغیر وہاں سے جانے لگے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ان کا یہ انداز پسند نہ آیا اور ہمیشہ کیلئے اپنے محبوب کے دربار میں آنے اور جانے کے آداب یوں مقرر فرمائے:۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (پ۱۸۔ سورہ نور: ۶۲)

بس سچے مومن تو وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جب ہوتے ہیں آپ کے ساتھ کسی اجتماعی کام کیلئے تو (وہاں سے) چلے نہیں جاتے جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لیں بلاشبہ وہ لوگ جو اجازت طلب کرتے ہیں آپ سے یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ پس جب وہ اجازت مانگیں آپ سے اپنے کسی کام کیلئے تو اجازت دیجئے ان میں سے جسے آپ چاہیں اور مغفرت طلب کیجئے اللہ تعالیٰ سے بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔